خطباتِ صدارت

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم

مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند و صدر رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ

مختلف تعلیمی و ملی اجتماعات میں پیش کردہ خطبات کا وقیع مجموعہ

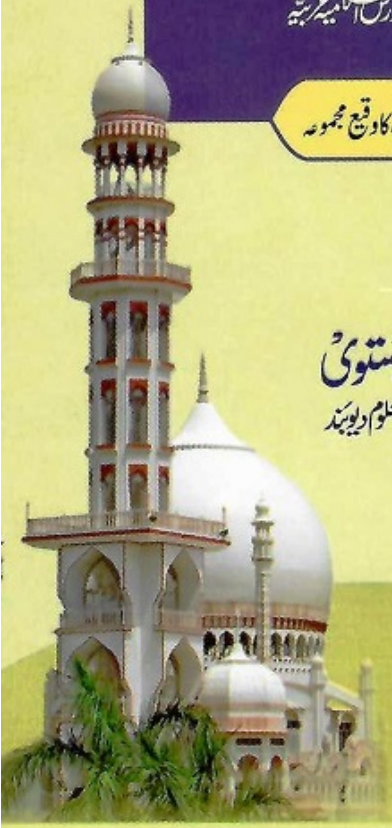

ترتیب و پیشکش

جناب مولانا شوکت علی قاسمی بستوی

ناظم عمومی رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ و استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ

مرکزی دفتر رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند



خطباتِ صدارت

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم

مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند و صدر رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ

مختلف تعلیمی وملّی اجتماعات میں پیش کردہ خطبات کا وقیع مجموعہ

ترتیب و پیش کش

جناب مولانا شوکت علی قاسمی بستوی

ناظمِ عمومی رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ واستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ

مرکزی دفتر رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند

تفصیلات

نام کتاب : خطباتِ صدارت

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم
مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند وصدر رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ

ترتیب وپیش کش : (جناب مولانا) شوکت علی قاسمی بستوی صاحب
استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند وناظم عمومی رابطہ مدارس اسلامیہ

ضخامت : ۱۶۸/صفحات

سائز : ۳۶x۲۳

سنہ طباعت : بموقع اجلاس مجلس عمومی رابطہ مدارس اسلامیہ ۱۴۴۸ھ

کمپیوٹر کتابت : محمد فردوس عالم قاسمی، محرر دفتر رابطہ مدارس اسلامیہ

شائع کردہ

مرکزی دفتر رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند

فہرست مضامین

	عنوانات	صفحہ
❍	پیش لفظ	۴
❍	عرض مرتب	۶
	دارالعلوم دیوبند کے اجتماعات میں خطابات	
❍	خطبہ صدارت اجلاس مجلس عمومی رابطہ مدارس اسلامیہ منعقدہ:۱۴۳۳ھ	۹
❍	خطبہ صدارت مشاورتی اجلاس تحفظ سنت منعقدہ:۱۴۳۴ھ	۳۰
❍	خطبہ صدارت اجلاس مجلس عمومی رابطہ مدارس اسلامیہ منعقدہ:۱۴۳۶ھ	۵۱
❍	خطبہ صدارت اجلاس مجلس عمومی رابطہ مدارس اسلامیہ منعقدہ:۱۴۳۹ھ	۶۲
❍	افتتاحیہ نمائندہ اجلاس مدارس اسلامیہ اتر پردیش منعقدہ:۱۴۴۴ھ	۷۴
❍	خطبہ صدارت اجلاس مجلس عمومی رابطہ مدارس اسلامیہ منعقدہ:۱۴۴۴ھ	۷۸
❍	خطبہ صدارت مشاورتی اجلاس شکیلیت اور دیگر فتنوں کا تعاقب، منعقدہ:۱۴۴۶ھ	۹۷
	دیگر اہم خطابات	
❍	فتنۂ شکیل بن حنیف اور قادیانیت کا سدباب، کیوں اور کیسے؟ ۲۵/اپریل ۲۰۱۷ء	۱۰۳
❍	علماء دیوبند کا تعارف، قابل قدر کارنامے اور ختم نبوت: ۱۵/فروری ۲۰۱۹ء	۱۲۱
❍	مدارس کی اہمیت	۱۴۷
❍	اسلام مخالف ماحول میں مدارسِ اسلامیہ کا مجاہدانہ کردار	۱۵۵

❍❖❍

پیش لفظ

از

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم

مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند و صدر رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ

مدارسِ اسلامیہ کے نظامِ تعلیم وتربیت کو بہتر بنانے، مدارس کے درمیان ربط واتحاد کو فروغ دینے اور باہمی مشورے سے مدارسِ اسلامیہ کو درپیش مسائل ومشکلات کے حل کے لیے دارالعلوم دیوبند میں ۱۴۱۵ھ سے کل ہند رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ قائم ہے اور مذکورہ بالا مقاصدِ عالیہ کو بروئے کار لانے کے لیے مرکزی دفتر کے دستور العمل کے مطابق ہر تین سال کے وقفے سے دارالعلوم دیوبند میں رابطہ مدارس سے مربوط مدارسِ اسلامیہ عربیہ کے ارباب حل وعقد اور اساتذۂ کرام کے اجلاس ہوتے رہتے ہیں۔

دستور کے مطابق رابطہ مدارس کے اجتماعات کی صدارت مہتمم دارالعلوم دیوبند سے متعلق رہتی ہے، چناں چہ اب تک متعدد اجلاسوں میں صدارت کی ذمہ داری بھی خادم کے دوشِ ناتواں پر ڈالی جاتی رہی ہے اور مجھے ہی خطبۂ صدارت بھی پیش کرنا ہوتا ہے، جس میں متعلقہ موضوعات اور ایجنڈے کے امور کی روشنی میں ضروری گذارشات حضرات شرکاء اجلاس کی خدمت میں پیش کرنی ہوتی ہے، بحمداللہ ۱۴۳۲ھ سے اس خادم سے دارالعلوم دیوبند کے اہتمام کی خدمت سپرد ہے، اس دوران منعقد ہونے والے مدارسِ اسلامیہ کے اجتماعات میں بندہ خطبۂ صدارت بھی پیش کرتا رہا ہے۔

عزیز مکرم جناب مولانا شوکت علی قاسمی صاحب زید فضلہ استاذ حدیث وناظم عمومی رابطہ مدارس اسلامیہ کا مسلسل اصرار رہا کہ یہ خطبات اگر یکجا کر کے شائع کر دئے جائیں تو یہ خطبات محفوظ بھی ہو جائیں گے اور ان کی افادیت بھی سوا ہو جائے گی، چناں چہ ''خطباتِ صدارت'' آپ حضرات کی خدمت میں پیش ہے، ان خطبات کے ساتھ مولانا موصوف نے بندے کے دوسرے چند خطبات وتقاریر کو بھی شامل کر لیا ہے جو میرے مواعظ وخطبات کے بعض مجموعوں میں طبع ہوئے تھے جس کو عزیزم مولوی مصعب نعمانی سلمہ نے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور قارئین کرام کے لیے اسے مفید ونفع بخش بنائے۔ آمین

ابوالقاسم نعمانی غفرلہٗ
مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند
وصدر رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ
۵/۵/۱۴۴۸ھ = ۱۷/۱۰/۲۰۲۶ء

عرض مرتب

از: **شوکت علی قاسمی بستوی**
استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند
وناظم عمومی رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ

دارالعلوم دیوبند میں کل ہند رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ ۱۴۱۵ھ سے قائم ہے، اور اس وقت پانچ ہزار چھ سو پندرہ مدارس اسلامیہ رابطے کے رکن ہیں، ہر تین سال پر رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ کی مجلس عمومی کا اجلاس دارالعلوم دیوبند میں منعقد ہوتا ہے اور دارالعلوم دیوبند کے مہتمم عالی وقار حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم اس کی صدارت فرماتے ہیں، اور ایجنڈے کے امور وموضوعات کے مطابق خطبۂ صدارت بھی پیش فرماتے ہیں، ۱۴۳۳ھ سے اب تک حضرت والا نے مجلس عمومی کے ۵/اجلاسوں اور رابطہ مدارس اسلامیہ کے زیر اہتمام دارالعلوم دیوبند میں بعض دیگر اجتماعات کی بھی صدارت فرمائی ہے اور بصیرت افروز خطباتِ صدارت پیش فرمائے ہیں۔

حضرت والا مکارم کو دست قدرت نے بڑی خوبیوں سے نوازا ہے، ایک جانب وہ دارالعلوم دیوبند کے اہتمام وشیخ الحدیث کے منصبِ جلیلہ پر فائز، اسلاف واکابر کے علوم ومعارف کے امین، بحرِ طریقت کے غواص، اصلاحی ودعوتی مساعی کے علم بردار، اخلاقِ عالیہ اور اوصافِ حمیدہ کے پیکرِ جمیل ہیں، دوسری طرف شریعت وطریقت کے پیشوا ہیں ؎

یوں بہم کس نے کئے جام اور سندان دونوں

ان خطبات میں دارالعلوم کے قیام کے مقاصد، پس منظر، دارالعلوم کی ہمہ جہت خدمات، مدارسِ اسلامیہ کے نظامِ تعلیم وتربیت، مدارس کے انحطاط کے اسباب اور انحطاط دور کرنے کے لیے اقدامات، مدارس کے درمیان ہم آہنگی واتحاد کے فروغ، نصابِ تعلیم،

تدریب المعلمین، اصلاحِ معاشرہ، سرکاری امداد کے نقصانات، دہشت گردی کی مذمت، اسلام کے دفاع اور فرقِ باطلہ کے تعاقب وغیرہ امور پر بصیرت مندانہ خیالات کا اظہار فرمایا ہے، اور سرمایۂ ملت کے نگہبان مدارس اسلامیہ کی ترقی واستحکام کی ضرورت پر زور دیا ہے، اور صلاحیت وصالحیت کے حامل افراد ورجال کار کی تیاری پر توجہ مبذول کرائی ہے۔

ناچیز نے اس سے قبل حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند وصدر رابطہ مدارس اسلامیہ کے رابطہ مدارس کے اجلاسوں میں پیش کردہ خطباتِ صدارت مرتب کئے تھے اور دفتر رابطہ سے ان کی اشاعت عمل میں آئی تھی۔

ناچیز نے حضرت اقدس مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند وصدر رابطہ مدارس اسلامیہ سے گذارش کی کہ آں محترم کے رابطہ مدارس کے اجلاسوں میں پیش کردہ خطبات بھی اگر شائع کردئے جائیں تو وہ محفوظ بھی ہوجائیں گے اور ان کی افادیت بھی سوا ہوجائے گی، حضرت والا نے پہلے تو توقف فرمایا، لیکن ناچیز کے متعدد بار عرض کرنے پر اجازت فرمادی۔

ان خطبات میں اولاً مجلس عمومی کے اجلاس میں پیش کردہ خطبات ہیں، پھر ناچیز نے موضوع کی مناسبت سے چند خطبات ومواعظ حضرت والا کی بعض مطبوعہ اہم کتابوں سے بھی منتخب کیے ہیں جو حضرت والا کے پوتے عزیزم مولوی محمد مصعب نعمانی سلمہ کی جدوجہد سے شائع ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان بصیرت افروز وقیع ترین دستاویزی خطبات کو قبولیت سے سرفراز فرمائے اور انہیں عوام وخواص کے لیے سرمایۂ بصیرت اور نافع بنائے۔ آمین

شوکت علی قاسمی بستوی

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

وناظم عمومی رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ

۱۴۴۸/۵/۵ھ = ۲۰۲۶/۱۰/۱۷ء



خطبۂ صدارت

کل ہند اجلاس مجلس عمومی رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ
دارالعلوم دیوبند

منعقدہ: ۲۱ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ مطابق: ۱۵ مارچ ۲۰۱۲ء بروز جمعرات

از

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم
مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند و صدر رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ

شائع کردہ

مرکزی دفتر رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين ، والصلوة والسلام على سيدالأنبياء والمرسلين، سيدناو مولانا محمدو على آله وأصحابه أجمعين ،أما بعد.

سب سے پہلے بندہ اپنے پروردگار، رب العزۃ والجلال کی بارگاہ قدس میں سجدۂ شکر بجالاتا ہے، کہ اس نے ہم سب کو اپنے سچے دین کا تابع بنایا، حضرت خاتم النبیین ﷺ کی امت میں شامل فرما کر اپنی نعمت کی تکمیل فرمادی اور ہمیں ان علماء حق کی جماعت سے انتساب عطا فرمایا، جو کمالِ ایمان، زہد وورع، خشیت الٰہی، تقوی وطہارت، اتباع سنت اور دینی غیرت وحمیت کا پیکر جمیل تھے، پھر مزید کرم یہ فرمایا کہ ہمیں مدارس اسلامیہ کی خدمت سے وابستہ فرما کر ملت اسلامیہ کی دینی پاسبانی کے اعزاز سے سرفراز فرمایا اور رشد وہدایت کے مراکز اور علم وعرفان کے ان روشن میناروں یعنی مدارس اسلامیہ کے مسائل پر اجتماعی غور وخوض کی توفیق ارزانی بھی فرمائی۔

میں اس مبارک موقع پر اپنی اور تمام خدام دارالعلوم کی جانب سے آپ تمام حضرات کی خدمت میں ہدیۂ تشکر پیش کرنا اپنا خوش گوار فریضہ سمجھتا ہوں، کہ آپ نے اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود ہماری درخواست کو قبول فرمایا، مدارس اسلامیہ کے مسائل کی اہمیت کا اندازہ کرتے ہوئے زحمت سفر برداشت کی اور مجلس عمومی رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند کے اس اہم اجلاس میں شرکت کے لیے تشریف لائے۔

حضرات گرامی قدر! اس سے قبل رابطہ مدارس اسلامیہ کے اجلاس عمومی کے موقع پر، ہم اپنے گرامی قدر سرپرست، فدائے ملت، امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے صدمۂ جدائی سے نڈھال تھے اور آج ہماری نگاہیں اِس کاروانِ علم وہدیٰ کے قافلہ

سالار، آزمودہ کار بزرگ، امیر الہند حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تلاش کر رہی ہیں، جنہوں نے بڑے نازک دور میں مسند اہتمام کو زینت بخشی اور اپنے تیس سالہ طویل دور اہتمام میں مادر علمی دار العلوم دیوبند کو ہمہ جہت ترقیات سے ہم کنار کیا اور زندگی کے آخری سانس تک اس عظیم خدمت سے وابستہ رہے۔ اس درمیانی عرصے میں ہمارے دو بزرگ حضرت مولانا غلام رسول صاحب خاموش سابق کارگذار مہتمم دار العلوم اور حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحب سابق صدر المدرسین دار العلوم دیوبند بھی ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ۔ اب اس عظیم امانت کی حفاظت اور سرمایۂ ملت کے نگہبان، اس الہامی ادارہ کی خدمت کا بار اس عاجز کے ناتواں کاندھوں پر ڈال دیا گیا ہے، اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے اس امانت کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

مہمانانِ عالی وقار! مجلس عمومی مدارس اسلامیہ کے اجلاس کا جو دعوت نامہ آپ حضرات کی خدمت میں ارسال کیا گیا ہے اس میں اجلاس کے متعلقہ موضوعات کی بھی صراحت کر دی گئی ہے۔ جن پر آپ حضرات پوری بصیرت کے ساتھ غور وفکر فرمائیں گے۔ بندہ بھی انہی امور سے متعلق اپنی چند گزارشات پیش کرنا چاہتا ہے۔

دار العلوم دیوبند کے نہج پر قائم مدارس اسلامیہ کا نظامِ تعلیم، خالص دینی بنیادوں پر استوار رکھا گیا ہے، چوں کہ دینی مدارس کے قیام کا بنیادی مقصد علوم کتاب وسنت کی تعلیم واشاعت، اسلام اور شعائر اسلام کا تحفّظ، اسلامی اقدار کی پاسبانی، ملّت اسلامیہ کی دینی، ملی اور دعوتی ضروریات کی تکمیل، اور ایسے علماء ورجال کار کی تیاری ہے، جو ایک طرف اسلامی علوم کے ماہر، دینی کردار کے حامل، فکری اعتبار سے صراط مستقیم پر گام زن ہوں اور دوسری طرف مسلمانوں کی دینی وملی قیادت کی صلاحیتوں

سے بہرہ ور ہوں۔ اس لیے حضرات اکابر رحمہم اللہ نے مقاصد تاسیس سے ہم آہنگ نصاب متعین فرمایا اور ایسا جامع اور مفید نظام تعلیم وتربیت نافذ فرمایا جو مذکورہ بالا اغراض ومقاصد کی تکمیل میں بے حد مفید اور کامیاب ثابت ہوا۔

ہمارے اکابر واسلاف رحمہم اللہ کا طرۂ امتیاز تھا کہ وہ طلبہ کی علمی استعداد ولیاقت بڑھانے پر جس قدر توجہ دیتے تھے اس سے کہیں زیادہ ان کی عملی تربیت اور کردار سازی کا اہتمام فرماتے تھے، وہ طلبہ کے دلوں میں خشیتِ الٰہی کی آب یاری فرماتے ،ان میں عبادت کا ذوق پروان چڑھاتے ،ان کے اعمال واخلاق اور معاشرت وآداب کو سنت کے مطابق ڈھالنے کی تربیت فرماتے۔ چناں چہ مردم گری اور افراد سازی کے ان اداروں اور کارخانوں سے ایسے باکمال افراد اور رجالِ کار تیار ہوئے جو رشد وہدایت کے مینار، علم وفضل کے آفتاب وماہتاب، سلوک وطریقت کے بادہ خوار، ملک وملت کے معمار اور در کفے جام شریعت در کفے سندانِ عشق کا سچا مصداق تھے۔

أولٰئک آبائی فَجِئنی بمثلهم
إذا جَمَعَتْنَا یا جریرُ المَجامِعُ

الحمدللہ ہمارے مدارس آج بھی حضرات اکابرؒ کے مقرر کردہ نصاب ومنہاج کے مطابق اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں، تاہم مرور ایام سے ان کی کارکردگی متاثر ضرور ہوئی ہے، معیار تعلیم وتربیت میں گراوٹ آرہی ہے، مردم گری اور استعداد سازی کی صلاحیت میں نمایاں کمی در آئی ہے، اس لیے ہم خدام مدارس، منتظمین واساتذہ کا فریضہ ہے کہ ہم اپنا احتساب کریں، انحطاط کے اسباب وعوامل کا جائزہ لیں اور اصلاح کی جدوجہد تیز تر کردیں۔

حدی را تیز ترمی خواں ❖ چوں محمل را گراں بینی

رابطہ مدارس کے سابقہ اجلاسوں میں مدارس اسلامیہ کے نظام تعلیم وتربیت کو بہتر بنانے پر متعدد بار غور وخوض کیا گیا اور مفید تجاویز منظور کی گئی ہیں، درج ذیل امور پر خصوصی توجہ مبذول رکھی جائے تو ان شاء اللہ مفید نتائج برآمد ہوں گے۔

(۱) اسلام میں حصول علم کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہے، علم دین کو دنیوی مقاصد کے لیے حاصل کرنے پر شدید وعید کا ذکر گیا ہے اس لیے مدارس اسلامیہ میں داخل ہونے والے طلبہ کی ذہن سازی کی ضرورت ہے کہ تعلیم کا مقصد سرکاری ملازمتوں کا حصول نہیں بلکہ دینی تعلیم کا مقصد تفقہ فی الدین اور دعوت الی اللہ ہے، ارشاد ربانی ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ. (سورہ توبہ:۱۲۲)

ترجمہ: ایسا کیوں نہ کیا جاوے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے؛ تاکہ ماقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تاکہ قوم کو جب کہ وہ ان کے پاس آویں ڈرادیں، تاکہ وہ احتیاط رکھیں۔

(۲) مدرسین حضرات کے انتخاب میں علمی استعداد کی پختگی کے ساتھ صلاح وتقوی، سلامتی طبع، بلند اخلاقی معیار اور طلبہ کی تربیت سے خصوصی دل چسپی کو ملحوظ رکھا جائے کہ ؎

کورس تو لفظ ہی سکھاتے ہیں ❖ آدمی، آدمی بناتے ہیں

(۳) ہم خدام مدارس کے ذہن میں یہ بات مستحضر رہنی چاہیے کہ طلبہ ہمارے پاس قوم کی امانت ہیں، ہمیں ان کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دینی چاہیے، کہ ان میں سے ہر طالب علم ایسا ہے کہ اگر اس پر محنت صرف کرکے اسے علم دین کا صحیح حامل بنادیا جائے تو اس ایک فرد کی اصلاح، سینکڑوں اور ہزاروں افراد کی اصلاح کے قائم مقام ہوسکتی ہے، اس لیے اساتذہ کرام کا فرض منصبی صرف طلبہ کو درس گاہ میں پڑھادینے

سے ادا نہیں ہوتا، بلکہ یہ بھی ان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ طلبہ کی استعداد کی نگرانی کریں اور ان کے اعمال واخلاق کی اصلاح وتربیت کی بھی فکر فرمائیں۔

(۴) اسباق کی پابندی کا اہتمام کیا جائے، اختصار کے ساتھ حل کتاب کی کوشش کی جائے، نصاب کی تکمیل کرائی جائے، پورے سال تدریس میں یکسانیت رکھی جائے، امتحانات پوری احتیاط کے ساتھ لیے جائیں، ابتدائی عربی درجات میں عربی تمرین وانشاء پر خاص زور دیا جائے، دارالاقامہ کے نظام کو چست رکھا جائے، نمازوں کے اہتمام اور طلبہ کی وضع قطع پر خاص نظر رکھی جائے، ان میں اتباع سنت کا جذبہ بیدار رکھا جائے، مطالعہ اور مذاکرہ کا طلبہ کو عادی بنایا جائے، نظافت اور صفائی ستھرائی پر خصوصی توجہ دی جائے۔

(۵) مدارس کے نظام کو بہتر بنانے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ نظم ونسق میں اجتماعیت اور شورائیت پیش نظر رہے، شخصی نظام مدارس کے لیے سم قاتل ہے، نیز اساتذہ وملازمین کے مشاہرے کا معیار بہتر بنایا جائے، طلبہ عزیز کے قیام وطعام کے نظم میں مزید بہتری لائی جائے۔

ارباب فکر ونظر! اجلاس کے ایجنڈے کی ایک اہم دفعہ ہے ''مدارس اسلامیہ کے باہمی ربط واتحاد کے استحکام پر غور'' یہ موضوع بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے اور رابطہ مدارس کے بنیادی اغراض ومقاصد میں شامل ہے، ذمہ داران مدارس میں باہمی ربط واتحاد کا استحکام، درپیش مسائل ومشکلات کے حل میں بے حد مفید ثابت ہوتا ہے، سابقہ اجلاسوں میں بھی یہ موضوع زیر بحث آتا رہا ہے، رابطہ مدارس کی مجلس عاملہ نے باہمی ربط واتحاد کو فروغ دینے کے لیے ضابطہ اخلاق بھی منظور کیا ہے، اس کی چند اہم دفعات درج ذیل ہیں۔ ہم خدام مدارس کی ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے اپنے مدارس میں ان امور

کے نفاذ کی سعی کریں، اوران کے مطابق نظام استوار رکھنے کا عزم کریں۔

(۱) مربوط مدارس کے ذمہ دار حضرات باہمی تعاون وتناصر کے جذبے کو فروغ دیں، اتحاد واتفاق کی فضا قائم کی جائے، ہر قسم کی آپسی رسہ کشی اور مخالفت سے گریز کیا جائے، کہ باہمی منافرت یوں بھی بری چیز ہے، اور موجودہ حالات میں مدارس کے مخالفین کو اس سے مدارس میں مداخلت کا موقع مل سکتا ہے۔

(۲) درپیش مسائل کے حل میں ذمہ داران مدارس آپس میں ایک دوسرے کی مدد کریں، باہمی اختلافات مل جل کر خوش اسلوبی سے حل کریں۔

(۳) ذمہ داران مدارس آپس میں ایک دوسرے کے متعلق منفی اظہار خیال سے گریز کریں۔

(۴) ارباب انتظام میں اتحاد ویگانگت، باہمی رواداری اور اعتماد کی فضا قائم رکھی جائے۔

(۵) طلبہ کے داخلے کے وقت سابقہ مدرسے کا تصدیق نامہ لازم قرار دیا جائے۔ اس معاملہ میں مکمل احتیاط برتی جائے۔

(۶) اساتذہ کے عزل ونصب اور طلبہ کے داخلہ واخراج کے بارے میں مدرسے کے طے شدہ دستور کی پابندی کی جائے۔

رہنمایانِ ملت! مدارس اسلامیہ کو درپیش مسائل ومشکلات کا جائزہ اور حل بھی ہماری گفتگو کا ایک اہم موضوع ہے، مدارس اسلامیہ کو درپیش مسائل دو طرح کے ہیں داخل اور خارجی، داخلی مسائل کا تعلق معیار تعلیم وتربیت میں انحطاط، ارباب مدارس کے باہمی اختلافات، تعلیمی ترقی سے زیادہ تعمیر پر توجہ، فراہمی سرمایہ کے سلسلے میں ناپسندیدہ طریقہ کار، ذمہ داران، اساتذہ وکارکنان کی فرض شناسی، احساس ذمہ داری اور عملی جدوجہد اور فکرمندی میں کمی اور گراوٹ سے ہے۔

بندہ کی اب تک کی معروضات کا تعلق ان ہی امور سے ہے، جہاں تک خارجی

مسائل ومشکلات کی بات ہے تو ان سے مراد وہ بیرونی حملے ہیں جو فرقہ پرست طاقتوں، ارباب حکومت یا مدارس کے بدخواہ حضرات کی جانب سے، مدارس پر کئے جاتے رہتے ہیں، کبھی مدارس دینیہ کے نصاب تعلیم کو فرسودہ قرار دیا جاتا ہے اور اس میں تبدیلی اور عصری علوم کی شمولیت پر زور صرف کیا جاتا ہے، تو کبھی ان مدارس کو دہشت گردی کا اڈہ، بنیاد پرستی کا مرکز، اور ملک دشمن سرگرمیوں کی آماج گاہ تک کہہ دیا جاتا ہے، جب تخویف وترہیب میں کامیابی نہیں ملتی تو ترغیب وتحریص سے کام لے کر مدارس کو سرکاری امداد کی پیش کش کی جاتی ہے اور حکومتی ایڈ کا لالچ دیا جاتا ہے۔

۱۴۲۸ء میں جب مرکزی مدرسہ بورڈ کا مسئلہ زور وشور سے اٹھا اور فروغ انسانی وسائل کی وزارت نے اس کے قیام کی سفارش کی تو اولاً رابطہ مدارس اسلامیہ کی مجلس عاملہ نے اس کی شدت سے مخالفت کی، اسے مدارس اسلامیہ کے نصب العین کے منافی قرار دیا، پھر مدارس اسلامیہ کے کل ہند اجتماع منعقدہ ۲۵/۲۶/ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ میں اس موضوع پر تفصیلی تبادلۂ خیال ہوا، اور حکومت ہند سے پرزور مطالبہ کیا گیا کہ مرکزی مدرسہ بورڈ کے قیام کی تجویز فوراً واپس لی جائے، اس موقع پر صدر رابطہ مدارس اسلامیہ حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند، نے اپنے خطبۂ صدارت میں حکومت کے مجوزہ مرکزی مدرسہ بورڈ کے سلسلہ میں بڑی مفصل اور بصیرت مندانہ گفتگو فرمائی تھی، جس میں بورڈ کے مجوزہ خاکہ، بورڈ کے پس پردہ حکومت کے عزائم اور خدانخواستہ بورڈ کے قیام کے بعد، مدارس اسلامیہ کے اس بورڈ سے منسلک ہونے کے خطرناک اثرات ونتائج کا مفصل جائزہ پیش کیا گیا تھا۔

دارالعلوم دیوبند، مدارس اسلامیہ اور ملی تنظیموں کی زبردست مخالف کی وجہ سے وقتی طور پر یہ مسئلہ دب گیا تھا، لیکن مخصوص مکتب فکر کے مدارس اور علماء کی تائید

اور مطالبہ کی بنا پر ایک بار پھر مدرسہ بورڈ کا جن بوتل سے باہر نکلتا محسوس ہوتا ہے۔

مجلس عمومی رابطہ مدارس اسلامیہ کے اس اہم اجلاس میں بھی مرکزی مدرسہ بورڈ کے مسئلہ پر پوری فکرمندی و دل سوزی کے ساتھ غور و فکر کرنا اور اس کے مہلک اثرات و مضمرات کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

مدارس اسلامیہ کی تاریخ بڑی روشن اور تابناک ہے، یہ مدارس علوم شریعت کے نقیب اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض نبوت، تلاوت قرآن تعلیم کتاب اور تفہیم حکمت کے وراث اور پاسبان ہیں، ان اسلامی مدارس نے علوم کتاب وسنت کی اشاعت وتعلیم، مسلمانوں کے علمی دینی وثقافتی ورثے کے تحفظ، ملک وملت کی تعمیر وترقی اور احیاء اسلام کی جدوجہد کے حوالے سے جو قابل ستائش کارنامہ انجام دیا ہے وہ ہماری علمی، دینی وثقافتی تاریخ کا زریں باب ہے۔ لادینیت کے گھٹاٹوپ اندھیرے اور مذہب بیزاری کے موجودہ پر آشوب ماحول میں جو اسلامی تہذیب ومعاشرت اور دینی عبادات ورسوم اور مذہبی دینی غیرت وحمیت اور اسلامی بیداری پائی جارہی ہے وہ انہی مدارس اسلامیہ اور ان سے وابستہ علماء کرام کی مساعی جمیلہ کے مظاہر واثرات ہیں۔

دارالعلوم دیوبند اور مدارس اسلامیہ کا یہی تاریخی کردار اور دینی وملی امتیاز، فرقہ پرست طاقتوں کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے، اس لیے مدارس اسلامیہ کو ان کے متوارث منہاج ونظام سے ہٹانے، ان کی بنیادوں کو متزلزل کرنے، ان کی روح کو ختم کردینے اور ان کی فکری وانتظامی آزادی کو سلب کرنے کے لیے، مرکزی مدرسہ بورڈ کا شوشہ چھوڑا گیا ہے، جو دراصل مغربی استعماری طاقتوں کی وسیع تر پالیسی کا حصہ ہے، اسی منصوبہ بند مہم کے تحت بہت سے عرب ممالک میں دینی نصاب میں

تخفیف وترمیم عمل میں لائی گئی ہے اور اب برصغیر کے مدارس اسلامیہ کے نصاب ونظام میں ترمیم وتنسیخ اور مدارس کو حکومت کے زیر کنٹرول لانے کے لیے مرکزی مدرسہ بورڈ کے قیام کی جدو جہد جاری ہے، تاکہ یہ دینی مدارس برائے نام ہی رہ جائیں، ان کی امتیازی کارکردگی ختم ہوجائے، وہ اپنی معنوی حیثیت کھو بیٹھیں، ان کو سرکاری اسکولوں اور کالجوں میں تبدیل کردیا جائے، اوران کا مقصد وہی رہ جائے جو لارڈ میکالے کے برپا کردہ نظام تعلیم کا بنیادی مقصد تھا، یعنی سرکاری ملازم اور ایک ایسا طبقہ پیدا کرنا جو حکمراں طبقے اور عوام میں رابطے کا کام انجام دے سکے، پھر یہ دینی مدارس، مفسر قرآن، محدث، فقیہ، مبلغ وداعی، امام وخطیب اور عوام کی خدمت کا جذبہ رکھنے والے افراد پیدا نہیں کریں گے، بلکہ سرکاری مولوی، اور عالم اور ایسے افراد پیدا کریں گے جو حکومت کے آلۂ کار اور نمائندہ وترجمان ہوں گے اور یہ مدرسے حکومت کی دادودہش اور کھانے کمانے کا ایک وسیلہ بن کر رہ جائیں گے، چنانچہ جن صوبوں میں سرکاری بورڈ قائم ہیں، ان سے الحاق کے بعد، مدارس اپنی اہمیت وافادیت کھو چکے ہیں، نظام تعلیم مختل ہو چکا ہے، تربیت نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی ہے۔

اس موقع پر بانی دارالعلوم دیوبند، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے بنیادی اصول ہشت گانہ کو اپنی اساس قرار دینے والے مدارس اسلامیہ کا فرض ہے کہ وہ پوری قوت سے اس قسم کے کسی بھی بورڈ کی بھرپور مخالفت کریں، جن سے قیام مدارس کا اصل مقصد ہی فوت ہوجائے، مدارس کی روح مجروح ہو اور دین متین کے ان روحانی قلعوں کی بنیادیں کھوکھلی ہوجائیں اور بالفرض اگر بورڈ قائم بھی ہوجائے تو رابطہ مدارس اسلامیہ سے مربوط اور دارالعلوم دیوبند کو اپنا فکری مرکز سمجھنے والے مدارس کے ذمہ داران کسی بھی مالی منفعت کے لالچ اور خوش نما

مستقبل کے فریب میں مبتلا ہوئے بغیر، مکمل عزیمت کے ساتھ بورڈ سے اپنے مدارس کو دور رکھیں۔ صوبائی بورڈوں سے منسلک ہونے والے مدارس دینیہ جس بری طرح متاثر ہوئے ہیں اور ان کا تعلیمی وتربیتی نظام جس قدر مختل ہوا ہے وہ ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہونا چاہیے ؎

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا

دانشوران قوم وملت! ماضی قریب میں تعلیمی نظام سے متعلق ایک نیا قانون ''رائٹ ٹو ایجوکیشن'' (R.T.E) ''حق تعلیم ایکٹ'' کے نام سے سامنے آیا ہے یہ قانون یکم اپریل ۲۰۱۰ء میں نافذ ہو چکا ہے، جس کا مقصد بظاہر یہ ہے کہ ۶ سے ۱۴ سال (اوراب ۳ سے ۱۸ سال) تک کا کوئی بچہ تعلیم سے محروم نہ رہے، اس قانون میں نصاب تعلیم، طریقۂ تعلیم اور تعلیم گاہوں کے سلسلہ میں جو قیدیں لگائی گئیں ہیں ان کی سب سے زیادہ زد، دینی مدارس ومکاتب پر پڑتی ہے، اس قانون کے بنیادی نکات درج ذیل ہیں۔

- ۶/تا۱۴ (جسے اب ۳ تا ۱۸ کر دیا گیا ہے) سال کی عمر کے ہر بچہ کو یہ حق ہوگا کہ وہ پڑوس کے اسکول میں بنیادی تعلیم درجہ ۱ تا ۸ (اوراب ۱۲) مفت پائے۔
- پرائیوٹ اسکول جس میں حکومت سے کوئی امداد نہیں ملتی ان پر بھی یہ پابندی عائد کی گئی ہے کہ وہ کم از کم ۲۵ فی صد محروم اور کمزور طبقات سے تعلق رکھنے والے، پڑوس کے بچوں کو اسکول میں داخلہ دیں۔
- اس قانون کے نفاذ کے بعد کوئی بھی اسکول خواہ امدادی ہو یا غیر امدادی، سرکاری اسکولوں کے علاوہ قائم نہیں کیا جا سکے گا جب تک کہ متعلقہ اتھارٹی سے تسلیم نہ کرالیا جائے، اور جو اسکول پہلے سے چل رہے ہیں ان کے لئے بھی

لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو تین سال کے اندر منظور کروالیں ورنہ ایک لاکھ روپئے تک جرمانہ اور خلاف ورزی کرنے کی صورت میں یومیہ دس ہزار روپے کا جرمانہ ادا کرنا ہوگا۔ اس سے کوئی بھی اقلیتی پرائیوٹ اسکول مستثنیٰ نہیں۔

- سرکاری اسکولوں کے سوا تمام اسکولوں کے لیے لازم ہوگا کہ وہ اس قانون کے تحت مذکورہ معیار کے مطابق اپنے آپ کو تین سال کے اندر منظور کروالیں ورنہ انہیں بند کر دیا جائے گا۔
- سرکار اور انتظامیہ پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ وہ ۳؍تا ۱۸؍سال کے بچوں کو باقاعدہ کل وقتی اسکول میں بنیادی تعلیم کے لئے داخل کرائیں اور ان کی حاضری کو یقینی بنائیں۔
- کوئی بھی طالب علم بارہویں کلاس سے پہلے کسی امتحان میں فیل نہیں کیا جاسکتا۔

یہ R.T.E ''حق تعلیم ایکٹ'' کے بنیادی نکات ہیں۔ اگر یہ قانون اسی طرح نافذ العمل رہتا ہے تو مدرسے کی تعلیم کی گنجائش کہاں باقی رہ پائے گی، اگر والدین نے کسی بچہ کو مدرسے میں داخل کر بھی دیا اور مدرسہ کے اساتذہ نے دینی تعلیم دی تو وہ مجرم قرار پائیں گے۔ موجودشکل میں یہ قانون آئین ہند کی دفعہ ۲۹ اور ۳۰؍سے متصادم بھی ہے، جن میں اقلیتوں کو اپنی پسند کے ادارے قائم کرنے اور چلانے اور مذہبی تعلیم دینے کی آزادی دی گئی ہے، جس کا تعلق بنیادی شہری حقوق سے ہے، اس قانون کی رو سے مدارس ومکاتب میں بھی ۱۸؍سال کی عمر تک وہی نصاب تعلیم پڑھانا ضروری ہوگا جو حکومت کا منظور شدہ ہوگا، پھر ناظرہ، تحفیظ القرآن، اور دینیات کی تعلیم کیوں کر دی جاسکے گی۔

موجودہ شکل میں یہ قانون مدارس مخالف بھی ہے، اقلیت مخالف بھی اور مذہب

مخالف بھی۔ لہذا اس قانون سے مکاتب، دینی مدارس اور اسلامی تعلیمی اداروں اور اسکولوں کو مستثنیٰ کیا جانا بے حد ضروری ہے۔ ملک کی مؤقر ملی تنظیموں، مدارس اسلامیہ اور مسلم قائدین نے اس قانون کے خلاف آواز اٹھائی ہے اور مرکزی حکومت کی جانب سے متعدد بار اعلان بھی کیا گیا ہے، اخبارات کی اطلاع کے مطابق اب مرکزی کابینہ نے مدارس، مکاتب اسلامیہ وغیرہ کو اس قانون سے مستثنیٰ کرنے پر اتفاق بھی کر لیا ہے، لیکن ضرورت ہے کہ پارلیمنٹ کے آئندہ اجلاس میں استثناء کا بل منظور کیا جائے، اور اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ آئندہ اسلامی مدارس ومکاتب کے نصاب ونظام سے کسی طرح کا تعرض نہ کیا جائے گا۔

رابطہ مدارس اسلامیہ کے اس اجتماع عام میں ہمیں اپنے اس عزم کا بھی اظہار کرنا ہے کہ ہم ایسے کسی قانون کے آگے سر تسلیم خم نہیں کریں گے جس سے ہمارے بنیادی حقوق متاثر و پامال ہوتے ہوں، اور دینی تعلیم کے سلسلہ میں حاصل دستوری آزادی سلب ہوتی ہو۔

گرامی مرتبت علماء کرام! ایسا ہی ایک مسئلہ ''لازمی ٹیکس کوڈ'' کا ہے، حکومت انکم ٹیکس کے موجودہ قانون کی جگہ نیا قانون لا رہی ہے۔ یکم اپریل سے اس کے نفاذ کا اعلان بھی کر دیا گیا ہے، یہ مسودۂ قانون ''ڈائریکٹ ٹیکسیز کوڈ'' بھی مذہبی اور رفاہی اداروں کے لئے بے حد تشویش ناک اور نا قابل قبول ہے، اگر یہ موجودہ شکل میں پارلیمنٹ سے منظور ہوگیا تو عبادت گاہیں، مذہبی تعلیمی ادارے اور ہر طرز کے رفاہی ادارے اس کی زد میں آسکتے ہیں، اس مسودۂ قانون میں اگرچہ Non Profit Organization ''غیر نفع بخش تعلیمی اداروں'' کو ٹیکس سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے لیکن مسودۂ قانون کی دفعہ (۱۶۹) میں غیر نفع بخش تعلیمی ادارے کی تعریف کی گئی ہے کہ:

(۱) جوکسی ایک ذات یاایک مذہب کے ماننے والوں کے لئے نہ بنایا گیا ہے۔
(۲) جوکسی خاص ذات یاخاص مذہب کے ماننے والوں کوخصوصی سہولت نہ دے۔
(۳) جسے عام پبلک کے فائدے کے لئے بنایا گیا ہو یادرج فہرست ذاتوں، درج فہرست قبائل، پس ماندہ طبقات، عورتوں اور بچوں کوفائدہ پہنچانے کے لئے بنایا گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس تعریف کی رو سے تمام عربی مدارس، تحفیظ القرآن کے ادارے اور مکاتب دینیہ غیر نفع بخش اداروں کے دائرے نکل جائیں گے اور ان کو نفع بخش ادارہ قرار دے کر بھاری بھرکم ٹیکس کی تلوار ان پر لٹکا دی جائے گی۔ بلکہ مسجدوں، عیدگاہوں، قبرستانوں وغیرہ پر بھی انکم ٹیکس عائد کرنے کی پوری گنجائش موجود ہے، قانون کی زد میں مندر، چرچ اور گردوارے بھی آئیں گے، لیکن ماضی کا تجربہ شاہد ہے کہ ؎

برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

یہ مسودۂ قانون بھی ہمارے بنیادی دستوری حقوق سے متصادم ہے، ہمیں پوری قوت کے ساتھ اس کی مزاحمت کرنی ہے، ہمارا پرزور مطالبہ ہے کہ اس مسودۂ قانون پر نظرِ ثانی کی جائے اور مساجد، مدارس، مکاتب اور مذہبی اداروں کو ماضی کی طرح آئندہ بھی ٹیکس سے مستثنیٰ رکھا جائے۔

دردمندانِ ملت! اجلاس کے زیر بحث موضوعات میں چوتھا اہم موضوع ''تحفظ ختم نبوت اور تحفظ سنت میں مدارس اسلامیہ کا کردار'' ہے۔ اس سلسلہ میں بھی ہمیں بڑی دل سوزی کے ساتھ غور وفکر کرنا ہے، اور اجتماعی لائحہ عمل طے کرنا ہے۔

عقیدۂ ختم نبوت ایمان کا جز، دین کی اساس اور تا قیامت امت مسلمہ کی شیرازہ بندی واتحاد کے لئے اصل بنیاد ہے، قادیانیت مذہب اسلام کے متوازی ایک الگ مذہب اور دین محمدی کے خلاف کھلی بغاوت ہے، یہ اس صدی کا سب سے عظیم فتنہ

ہے۔اس فتنہ کی زہرناکی کو محسوس کرتے ہوئے روزِ اول ہی سے علماء دیوبند اس کی سرکوبی کے لئے مسلسل جدوجہد کرتے آرہے ہیں، ہمارے اکابرؒ کے دلوں میں اس فتنے کے استیصال کی کتنی تڑپ تھی اس کا کچھ اندازہ امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے اس ارشادِ گرامی سے ہوسکتا ہے،فرماتے ہیں:

''تاریخ اسلام کا جس قدر میں نے مطالعہ کیا ہے،اسلام میں چودہ سو سال کے اندر جس قدر فتنے پیدا ہوئے ہیں، قادیانی فتنہ سے بڑا خطرناک اور سنگین فتنہ کوئی پیدا نہیں ہوا،حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی خوشی اس شخص سے ہوگی جو اس کے استیصال کے لیے اپنے آپ کو وقف کردے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے دوسرے اعمال کی نسبت اس عمل سے زیادہ خوش ہوں گے، جو کوئی اس فتنے کی سرکوبی کے لئے اپنے کو لگادے گا،اس کی جنت کا میں ضامن ہوں''

(بحوالہ قادیانیت ہماری نظر میں ص:۹۵)

قادیانیوں نے لندن کو اپنا مرکز بنا کر ساری دنیا میں ارتدادی سرگرمیاں جاری کر رکھی ہیں، ہندستان ان کا خاص نشانہ ہے، یہاں ان کے سینکڑوں مراکز سرگرم عمل ہیں اور ہر سال ہزاروں صحیح العقیدہ مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسا کر گمراہ ومرتد کرنے میں مصروف رہتے ہیں، ملک میں فرقہ پرست واسلام دشمن طاقتوں سے ان کے گہرے مراسم ہیں، ان کے بعض اہم لیڈر قادیان جاکر ان کے اجلاسوں میں شرکت کر چکے ہیں، قادیانی، عیسائی مشنریوں کے انداز پر کام کرتے ہیں اور سادہ لوح، نادار اور ناخواندہ مسلمانوں کو آسانی سے اپنے فریب میں مبتلا کر لیتے ہیں، ہریانہ، پنجاب، دہلی، راجستھان، گجرات، آندھرا پردیش، آسام، مغربی بنگال وغیرہ میں ان کی سرگرمیاں تیزی سے بڑھی ہیں، اسکولوں اور کالجوں کے طلبہ پر ان کی خاص

نظر رہتی ہے اور آٹھویں کلاس سے ہی یہ ان پر محنت شروع کر دیتے ہیں اور وظائف وغیرہ کا لالچ دے کر اپنے پھندے میں پھنسا لیتے ہیں۔ الحمد للہ دار العلوم دیوبند اور ملک کے بعض دیگر مدارس میں بھی تحفظ ختم نبوت اور رد قادیانیت کے شعبے قائم ہیں، اور قادیانیت کے تعاقب و بیخ کنی کے سلسلہ میں کام بھی ہو رہا ہے، لیکن ضرورت ہے کہ منصوبہ بند و منظّم طریقہ پر پوری قوت و پامردی کے ساتھ اس فتنے کا تعاقب کیا جائے، قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں پر روک لگائی جائے، اور اس سلسلہ میں درج ذیل تدابیر اختیار کی جائیں:

(۱) حضرات اساتذہ، ذمہ داران مدارس اور مبلغین، نظام بنا کر اپنے اطراف وجوانب کے قصبات اور مواضعات کی مساجد میں جا کر ختم نبوت کے بنیادی عقیدے کی اہمیت سے عام مسلمانوں کو روشناس کرائیں اور واضح طور پر بتائیں کہ ملت کے تمام مکاتب فکر قادیانیوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔

(۲) ارباب مدارس اپنے کتب خانوں میں رد قادیانیت پر کتابیں مہیا کریں، اور ہر مدرسے میں کم از کم ایک استاذ رد قادیانیت کے لئے باقاعدہ تیاری کریں۔

(۳) عربی مدارس اپنے منتہی طلبہ کو رد قادیانیت کی تربیت دیں اور تقریر و تحریر کے ذریعہ اس کے تعاقب کے لئے انہیں تیار کریں۔

(۴) ائمہ مساجد اپنے خطبات میں عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت بیان کریں اور قادیانیوں کے کفر و ارتداد کو واضح کریں۔

(۵) جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت سے واقف کرانے کے لیے خصوصی اجتماعات کا انعقاد کیا جائے۔

(۶) رد قادیانیت پر اساتذہ کرام کو تیار کرنے کے لئے مختلف مقامات پر ''ختم نبوت

وردقادیانیت تربیتی کیمپ‘‘ لگائے جائیں۔

(۷) قادیانیت سے متاثرہ علاقوں کا جائزہ لیا جائے اور علاقے کو ارتدادی سرگرمیوں سے پاک کرنے کے لیے منظّم جدوجہد کی جائے، اوراس سلسلہ میں مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند سے بھی رابطہ رکھا جائے۔

(۸) جن دورافتادہ علاقوں میں دینی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں ہے وہاں مکاتب قائم کرنے پر خصوصی توجہ دی جائے اور معلمین کا انتظام کیا جائے۔

پاسبانانِ سنت! مسلک اہل سنت والجماعت کی پابندی اور گمراہ فرقوں کی بیخ کنی اور باطل تحریکات کا قلع قمع مدارس اسلامیہ کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔ ؎

اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موج تند جولاں بھی
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ وبالا

پچھلے چند سالوں سے غیر مقلدین کی طرف سے مسلمانوں کے سواد اعظم پر جارحانہ حملوں کا سلسلہ جاری ہے، یہ مجتہد فیہ مسائل میں تشدد وجارحیت کا طریقہ اختیار کئے ہوئے ہیں، غیر مقلدین کا یہ فرقۂ شاذہ اپنے ماسوٰی سارے مسلمانوں کو مخالف سنت وشریعت قرار دیتا ہے، اتباع سنت کا جھوٹا دعوی کرتا ہے اور سلف وخلف کے درمیان معمول بہ حدیثوں کو بھی بلاوجہ رد کردیتا ہے، قرآن کریم کی آیات کی من مانی تفسیر کو ترجیح دیتا ہے، یہ فرقہ بس رفع یدین، آمین بالجہر وغیرہ مختلف فیہ حدیثوں پر عمل تک ہی اہل حدیث ہے۔ آداب وسنن اورا خلاق نبویؐ سے متعلق احادیث سے انہیں کوئی سروکار نہیں، یہ لوگ اجماعی مسائل کی بھی پروانہیں کرتے، آثار صحابہ ان کے نزدیک قانون کی طاقت سے عاری اور بے نوراقوال ہیں۔ ائمہ مجتہدین اوراولیاء اللہ کی شان میں بے ادبی وگستاخی ان کا پسندیدہ مشغلہ ہے، یہ اپنے علاوہ دیگر تمام

طبقات کو بدعتی مشرک اور کافر قرار دیتے ہیں۔

یہ فرقہ ڈیڑھ سو سال سے مسلمانوں میں پیدا ہوا ہے، ماضی میں بھی ان حضرات کا طریقہ نا مناسب تھا، لیکن چند سال سے یہ لوگ بالکل خوارج کا طریقہ اختیار کئے ہوئے ہیں، کہ جن اختلافی مسائل میں ایک سے زیادہ راہِ عمل کی گنجائش ہے، ان میں صرف ایک رخ متعین کر کے دوسرا رخ اختیار کرنے والوں کے خلاف بدعت، زیغ وضلالت بلکہ کفر وشرک تک کے الزامات عائد کر رہے ہیں۔ مسلک دیوبند ان کا خصوصی نشانہ ہے۔ جب کہ امت کے قابل اعتماد علماء وفقہاء نے اختلافی اور مجتہد فیہ مسائل میں اس طرز عمل کو غلط اور ضلال قرار دیا ہے، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

''یہ کسی کے لئے جائز نہ ہوگا کہ وہ بعض علماء کے اقوال کو ایسا شعار بنالے، کہ اسی کے اتباع کو واجب قرار دے اور سنت سے ثابت دوسرے پہلو سے لوگوں کو منع کرے، بلکہ وہ تمام صورتیں جو سنت سے ثابت ہیں ان سب کی گنجائش ہے، اور جو شخص ان صورتوں میں سے ایک کو واجب قرار دے اور دوسری صورت کی اجازت نہ دے تو وہ خطا کار اور گمراہ ہے اور جو، ان میں سے ایک عمل کرنے والے سے محبت کرے اور دوسرے سے محض اسی بنیاد پر محبت نہ کرے تو وہ خطا کار گمراہ ہے''۔

مزید فرماتے ہیں:

وہ'' فرقہ بندی اور وہ اختلاف جو مسلمانوں کی اجتماعیت اور باہمی الفت کے برخلاف ہو، یہاں تک کہ اسی بنیاد پر بعض مسلمان، بعض دوسرے مسلمانوں سے بغض وعداوت یا اللہ کے رضاء کے خلاف ان سے محبت اور دوستی کرنے لگیں اور معاملہ یہاں تک پہونچ جائے کہ بعض، بعض کو محض اسی بنیاد پر طعن، لعنت اور طنز

وغیرہ سے یاد کریں اور معاملہ دست درازی اور باہمی قتال تک پہنچ جائے اور یہاں تک کہ بعض، بعض سے ترک تعلق اور بائیکاٹ کی صورت اختیار کر لیں اور ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کر دیں، تو سب باتیں بڑی بُری باتیں ہیں، جن کو اللہ اور ان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے''۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۲۳ صفحہ ۳۵۷)

علامہ ابن تیمیہؒ کے ان اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ اختلافی اور مجتہد فیہ مسائل میں راہ اعتدال اختیار کرنا ہی عین شریعت ہے، اور ان مسائل میں ایک ہی صورت کو معین کر کے تشدد اور جارحیت اختیار کرنا اور دوسرے فریق کو مورد الزام قرار دے کر ان پر طعن و تشنیع کرنا ضلال اور حرام ہے۔

اس لئے ہمارا فریضہ ہے کہ خارجیت کے انداز پر کام کرنے والی اس جماعت کی پیدا کردہ غلط فہمیوں سے آگاہ رہیں، عام مسلمانوں کو بھی ان سے محفوظ رکھنے کی کوشش کریں اور اس فتنے کی سرکوبی اور تعاقب کے لئے مؤثر تدابیر اور اجتماعی لائحہ عمل طے کریں۔ اس بارے میں درج ذیل امور کا اہتمام کیا جانا چاہئے:

(۱) ہماری موجودہ نسل کو اباحیت پسندی اور خارجیت جدیدہ کے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہمارا، ان فرقے کے لوگوں سے اختلاط کم سے کم ہو، تاکہ عام مسلمان اپنے اکابر و اسلاف کے مسلک اور عقیدہ پر سختی کے ساتھ قائم رہیں اور کسی طرح کے تذبذب کا شکار نہ ہوں۔

(۲) اس بات پر خصوصی توجہ دی جائے کہ ہمارے بچے اور بچیاں اس فرقے کے قائم کردہ مدارس اور اسکولوں میں داخل نہ ہوں، جو بچے اور بچیاں غیر مقلدین کے اسکولوں اور مدرسوں میں داخل ہوتے ہیں غیر مقلدین ان کو صحیح مسلک و عقیدہ اور

اسلام کی صحیح تعلیمات سے دور کرنے کی تگ ودو میں لگ جاتے ہیں۔

(۳) مدارس میں اس کا خصوصی اہتمام کرنا چاہئے کہ طلبہ عزیز کو فقہی مسائل واحکام سے متعلق منتخب آیات قرآنی اور احادیث شریفہ، زبانی یاد کرائی جائیں، تاکہ کتاب وسنت سے ماخوذ مسلک حق کے دلائل طلبہ کو مستحضر رہیں۔

(۴) غیر مقلدین کی جارحانہ روش پر نظر رکھی جائے اور ان کے تعاقب اور تردید کے لئے فضلاء مدارس کو تربیت دی جائے۔ اس کے لئے بڑے مدارس اور تنظیموں کی زیر نگرانی مختلف صوبوں میں فضلاء، ائمہ مدارس اور مبلغین حضرات کی تربیت وٹریننگ کے کیمپ لگائے جائیں۔

حضرات علمائے اعلام! اجلاس کے دعوت نامے میں جن موضوعات کی صراحت ہے، بندہ نے ان کے سلسلہ میں اپنی معروضات پیش کیں، آپ حضرات کو ان امور پر بصیرت حاصل ہے، بندہ آپ سبھی حضرات کا ممنون وشکر گذار ہے کہ آپ نے پوری توجہ اور دل جمعی کے ساتھ یہ گذارشات سماعت فرمائیں، آپ حضرات کی خدمت میں مخدوم گرامی حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند وصدر رابطہ مدارسِ اسلامیہ عربیہ کے خطباتِ صدارت کا وقیع مجموعہ مرکزی دفتر رابطہ کی جانب سے پیش کیا گیا ہے، جسے رابطۂ مدارس اسلامیہ کے ناظم عمومی جناب مولانا شوکت علی قاسمی بستوی استاذ دارالعلوم دیوبند نے ترتیب دیا ہے، ان خطبات میں تعلیمی وملّی مسائل پر گراں قدر مشورے اور مفید ترین تجاویز پائی جاتی ہیں، وہ ہم تمام خدام مدارس کے لیے سرمایۂ بصیرت ہے، ضرورت ہے کہ ہم ان تجاویز اور مشوروں پر اپنی توجہ مرکوز رکھیں اور ان کے مطابق مدارسِ اسلامیہ کے نظامِ تعلیم وتربیت کو استوار رکھیں۔

اخیر میں بندہ اجلاس میں تشریف لانے والے مدارس اسلامیہ کے ذمہ داران اور مندوبین کرام کی خدمت میں ایک بار پھر جذبات تشکر پیش کرتا ہے۔ ہمیں اس کا شدت سے احساس ہے کہ ہم آپ کی شایان شان استقبال اور ضیافت کا فرض بھی ادا نہ کر سکے، اس سلسلہ میں خدام وکارکنان دارالعلوم کی طرف سے جو تقصیرات ہوئی ہوں، بندہ ان کے لئے معذرت خواہ ہے، اور دست بدعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ آپ حضرات کی تشریف آوری کو قبول فرمائے، ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق بخشے، اور رشد و ہدایت کے روشن میناروں، اسلامی تعلیم وتربیت کے مراکز اور احیاء اسلام ودفاع حق کی چھاونیوں یعنی مدارس اسلامیہ کے بقاء وتحفظ اور تعمیر وترقی کے سلسلہ میں غور وفکر اور مخلصانہ کردار ادا کرنے کی سعادت سے بہرہ ور فرمائے۔

آمین یا رب العالمین

خطبۂ صدارت

مشاورتی اجلاس تحفظِ سنت

دارالعلوم دیوبند

منعقدہ: یکم ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۳/فروری ۲۰۱۳ء بروز بدھ

از

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم

مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند و صدر رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ

شائع کردہ

مرکزی دفتر رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند



اَلْحَمْدُ لِلهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصّلٰوةُ وَالسّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمّدٍ وّ آلِه وَأصْحَابِه وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاحْسَانٍ الٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۔

أمّا بعد! اللہ رب العزت کا بے پایاں احسان وکرم ہے کہ اس نے ہمیں ایمان کی عظیم نعمت عطا فرمائی اور سید المرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مقرر فرمودہ منہاجِ ہدایت **مَا أنَا عَلَيْهِ وَأصْحَابِیْ** پر کاربند رہنے والے قافلۂ خیر **اَهْلُ السُّنةِ وَالْجَمَاعَة** میں شامل فرمایا اور اس طرح عقائد واعمال کی تفصیلات میں حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین رحمہم اللہ کی مکمل پیروی کی توفیق سے نوازا، اس عظیم نعمت پر ہم بارگاہِ ایزدی میں سجدۂ شکر ادا کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اسی راہِ ہدایت پر استقامت عطاء فرمائے! (آمین)

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد آپ سبھی حضرات کی خدمت میں ہدیۂ تشکر وامتنان پیش کرنا بھی احقر کا خوشگوار فریضہ ہے کہ آپ حضرات نے اپنی مصروفیات کے باوجود ہماری حقیر دعوت کو شرفِ قبول بخشا اور سفر کی زحمت برداشت کرکے یہاں تشریف لائے، بلاشبہ یہ دارالعلوم دیوبند کے ساتھ آپ حضرات کی قلبی وابستگی اور اس پر بھرپور اعتماد کی دلیل ہے۔ اسی کے ساتھ حقِ ضیافت کی ادائیگی میں کوتاہی پر معذرت خواہ ہوں کہ ہم آپ حضرات کے شایانِ شان انتظام نہیں کرسکے، امید ہے کہ آپ مادرِ علمی سے اپنی عقیدت کی بناء پر ہماری تقصیر سے درگذر فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ اس اجلاس کو بھرپور کامیابی سے ہمکنار فرمائے اور ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق سے بہرہ ور فرمائے! (آمین)

عالی وقار علماء کرام! اس اجلاس کی غرض وغایت اور اس کی ضرورت واہمیت سے آپ حضرات بخوبی واقف ہیں، جیسا کہ دعوت نامہ میں بھی عرض کیا جاچکا ہے کہ یہ اجلاس اس مقصد کے لیے بلایا گیا ہے کہ ہمارے غیر مقلد بھائی جو اپنے آپ کو اہل حدیث کے نام سے موسوم کرتے ہیں، ان کی جانب سے مختلف علاقوں میں بار بار سامنے آنے والی صورتِ حال پر غور کیا جائے اور اس کے تدارک کی تدبیریں کی جائیں۔

صورتِ حال یہ ہے کہ غیر مقلدین نے گذشتہ چند سالوں سے اپنی سرگرمیوں کو تیز کرنے کے ساتھ جارحانہ انداز اختیار کرلیا ہے، وہ مختلف علاقوں میں سیدھے سادے عوام یا دینی علوم سے ناواقف جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں کو حدیث پر عمل کے نام سے گمراہ کرتے ہیں اور یہ تاثر دیتے ہیں کہ گویا حدیث پر عمل کرنے کا شرف صرف ان کو ہی حاصل ہے، باقی تمام لوگ احادیث کے تارک ہیں، یعنی وہ تمام مسلمان جو دین پر عمل کرنے اور قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لیے حضراتِ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں اور اُن میں سے کسی امام کی تقلید کرتے ہیں، وہ سب تارکِ حدیث ہیں، گمراہ ہیں، باطل پرست ہیں، اور اب تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ غیر مقلدین، بغیر کسی تکلف کے حضراتِ ائمہ پر زبانِ طعن دراز کرنے لگے ہیں؛ بالخصوص حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ، اُن کی گستاخیوں کا خاص نشانہ ہیں، اور اس بات کو تو بدبختی کی انتہاء ہی کہا جائے گا کہ اِن میں سے کچھ لوگ، حضراتِ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شانِ اقدس میں بھی گستاخی کی جسارت کرجاتے ہیں۔

اس جارحانہ رویہ کے نتیجہ میں بہت سے مقامات پر نزاعی صورت پیدا ہوچکی ہے، اور بعض جگہ مسلمانوں کی اپنے اسلاف سے وابستگی بھی متاثر ہورہی ہے؛ بالخصوص جن آبادیوں کے لوگ بڑی تعداد میں خلیجی ممالک میں ملازمت کرتے ہیں، وہاں یہ فتنہ زیادہ

اثر انداز ہورہا ہے، بعض علاقوں میں اُن کی تنظیموں نے اپنے باتنخواہ نمائندے مقرر کررکھے ہیں، جو مسلسل اس فتنہ کی اشاعت میں سرگرم ہیں؛ خلاصہ یہ کہ فتنۂ غیر مقلدیت بڑی تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اہلِ حق کے نمائندے اپنے اپنے طور پر اس فتنہ کے تعاقب میں سرگرم ہیں، جیسا کہ دارالعلوم دیوبند میں وقتاً فوقتاً آنے والی اطلاعات سے اندازہ ہوتا ہے، یا دارالعلوم کے خدام خود مختلف علاقوں میں جاکر دیکھتے ہیں، بعض شہروں میں تحفظِ سنت کے نام سے انجمنیں قائم کرکے کام ہورہا ہے۔ مدارس کے اساتذہ اور مساجد کے ائمہ اپنے اپنے دائرۂ کار میں اپنی بساط بھر محنت کررہے ہیں۔ اور خود دارالعلوم دیوبند میں تحفظ سنت کے نام سے مستقل شعبہ کئی سال سے قائم ہے، جس میں اس موضوع پر طلبہ کی تربیت کا کام بھی جاری ہے اور حسبِ ضرورت ملک کے مختلف حصوں میں اس فتنہ کے تعاقب کی کوششوں میں بھی حصہ لیا جاتا ہے۔

لیکن اب حالات کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ کام پہلے سے زیادہ باقاعدگی کے ساتھ مربوط و مسلسل انداز میں کیا جائے اور اس کے لیے کوئی مناسب لائحۂ عمل طے کیا جائے، اسی مقصد کے لیے آپ حضرات کو زحمت دی گئی ہے۔

ملی اتحاد کی ضرورت اور دارالعلوم دیوبند کا موقف

علماء عالی مقام! اس موقع پر یہ بات مستحضر رکھنا نہایت ضروری ہے کہ ہمارا مقصد، اختلاف وانتشار کو ختم کرنا ہے، اس کو بڑھاوا دینا نہیں ہے، دارالعلوم دیوبند نے ہمیشہ ملت کو اتحاد کا پیغام دیا ہے، اور اس کے لیے سنجیدہ عملی کوششیں کی ہیں، اس سلسلے میں ہمارے اکابر کے موقف کا خلاصہ یہ ہے کہ امت کو ہر حال میں قرآن وسنت کا پابند رہنا اور کتاب وسنت کی تشریح اور ان پر عمل کے بارے میں حضراتِ صحابۂ کرامؓ اور ائمہ

واسلاف کے منہاج پر کاربند رہنا ضروری ہے، اور جو لوگ اس متوارث طرزِ فکر وعمل کے خلاف نئی باتیں پیش کریں اور امت کو انتشار میں مبتلا کریں ان کی تردید کرنا اور ان کی غلطی کو واضح کرنا، علماءِ امت کا فرض منصبی ہے؛ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے حاملینِ علم دین کے یہی فرائض درج ذیل حدیث میں وضاحت سے بیان فرمائے ہیں:

عَنْ ابْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرّحمٰنِ الْعَذْرِی رَضِيَ الله عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى اللّٰه عليه وسلم: يَحْمِلُ هَذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلْفٍ عَدُوْلُه يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ وَتَأْوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ.

(مشکوۃ المصابیح، ص:۳۶)

ترجمہ: حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن عذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس علم کو ہر بعد والی نسل کے عادل لوگ حاصل کریں گے، جو اس سے غلو کرنے والوں کی تحریفات، اہلِ باطل کے غلط انتساب، اور بے علم لوگوں کی تاویلات کو دور کریں گے۔

اس حدیث مبارک کی روشنی میں سب خدام علم دین کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ امت کو علمی وفکری اعتبار سے نئے نئے مسائل میں الجھانے والے لوگوں سے آگاہ کریں اور مقدور بھر کوشش کریں کہ امت بدعات وخرافات اور نت نئے افکار واجتہادات سے محفوظ رہے۔

لیکن یہ کام امتِ مسلمہ کا اندرونی معاملہ ہے، ہمیں ان اختلافات کو آپس میں سلجھانے کی کوشش کرنی چاہیے اور ایسے کسی بھی طرزِ عمل سے پرہیز کرنا چاہیے جس سے اسلام دشمن طاقتیں فائدہ اٹھاسکیں۔ جہاں تمام مسلمانوں کے مشترکہ مسائل کا معاملہ ہو، وہاں ہمیں امتِ واحدہ ہونے کا ثبوت دینا چاہیے۔ اسی جذبہ کے تحت دارالعلوم دیوبند نے فروری ۲۰۰۸ء میں ''دہشت گردی مخالف کل ہند کانفرنس'' کا

اہتمام کیا اور اس میں ملتِ اسلامیہ کے تمام مکاتبِ فکر کے نمائندوں کو دعوت دی، جس کا خاطر خواہ فائدہ بھی سامنے آیا۔ اس موقع پر حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب نور اللہ مرقدہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کے خطبۂ صدارت کا یہ اقتباس پوری ملت کی توجہ کا مستحق ہے:

''آج کے پُر آشوب حالات میں امتِ مسلمہ کا اتحاد گذشتہ ہر دور سے زیادہ ضروری ہوگیا ہے، کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم اپنے فروعی اختلافات کو اپنے گھر تک محدود رکھیں اور دشمنوں کے مقابلہ میں ایک متحد امت کا کردار پیش کریں؟ کیا ہمارے لیے صحابیِ رسول ﷺ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ عمل بہترین اسوہ نہیں؟ کہ انھوں نے عین اس زمانے میں جب وہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے برسرِ پیکار تھے، روم کے بادشاہ کی جانب سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف متحدہ محاذ بنانے کی دعوت کو پائے حقارت سے ٹھکرادیا اور ملت میں تفریق کے اُس داعی کو یَا کَلْبَ الرُّوْمِ کے الفاظ سے مخاطب کرکے ٹھوس لفظوں میں بتادیا کہ اگر اُس نے حضرت علیؓ کے زیرِ حکومت علاقوں کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھا تو حضرت علیؓ کے لشکر کے سب سے پہلے سپاہی کا نام معاویہؓ ہوگا، آج اس کردار کو زندہ کرنا وقت کی آواز ہے، ضرورت ہے کہ ہم اس آواز کو سنیں اور اسی کے مطابق اپنا لائحۂ عمل تیار کریں۔

(خطبہ صدارت دہشت گردی مخالف کل ہند کانفرنس منعقدہ ۲۵ر فروری ۲۰۰۸ء)

حضراتِ گرامی! ایک طرف تو دارالعلوم دیوبند اور اس سے وابستہ امت کے سوادِ اعظم کا یہ متوازن اندازِ فکر اور طرزِ عمل ہے۔ دوسری طرف غیر مقلدین کا یہ طریقہ کہ انھوں نے نہ صرف علماءِ دیوبند کو؛ بلکہ تمام ہی ائمہ واسلاف کے متبعین ومقلدین کو گمراہ قرار دینے کا سلسلہ جاری کررکھا ہے۔

غیر مقلدین کے جارحانہ افکار کا خلاصہ

اگر آپ غیر مقلدین کی کتابوں کا جائزہ لیں اور ان کی روشنی میں ان کے افکار کا خلاصہ کریں تو بڑی بھیانک تصویر سامنے آتی ہے، مختصراً عرض ہے کہ:

(۱) غیر مقلدین حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں، جمہورِ امت کے خلاف رائے رکھتے ہیں، حضراتِ صحابہؓ کو حجت نہیں مانتے؛ بلکہ اُن کے بارے میں نازیبا تعبیرات استعمال کرنا، ان کے علماء کا عام معمول ہے، یہاں تک کہ خلفاء راشدینؓ اور دیگر اکابر وفقہاء صحابہؓ کے بارے میں، کتاب وسنت سے ناواقفی، نصوص کے خلاف عمل، موٹے موٹے مسائل میں غلطی، قرآنی حکم میں تبدیلی اور غصہ میں غلط فتویٰ دینے جیسے الزامات اور گستاخانہ الفاظ، غیر مقلدین کی کتابوں میں عام ہیں۔

(۲) غیر مقلدین اجماع کے خلاف راستہ اختیار کرتے ہیں۔

(۳) یہ لوگ سلفِ صالحین؛ بلکہ احادیث سے ثابت قرآنی تفسیروں کے مقابلہ میں اپنی من مانی تفسیروں کو ترجیح دیتے ہیں۔

(۴) اختلافی فروعی مسائل میں شدت اِن کا خاص شعار ہے، جن مسائل میں ایک سے زائد آراء کی گنجائش ہے ان میں سے ایک ہی پہلو کو حق اور دوسرے کو باطل قرار دینا اِن کا معمول ہے؛ جبکہ یہ طرزِ فکر جمہور علماءِ امت کے نزدیک غلط ہے۔

(۵) یہ لوگ ائمہ مجتہدین، فقہاء ومحدثین اور اولیاء اللہ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔

(۶) یہ فرقہ اپنے علاوہ تمام طبقاتِ امت کو گمراہ اور بدعتی یا مشرک سمجھتا ہے۔

اس فرقہ کے یہ افکار وعقائد ان کی کتابوں میں عام ہیں (تفصیل کے لیے دیکھئے ''مجموعۂ رسائل ومقالات'' شائع کردہ جمعیۃ علماء ہند ومکتبہ دارالعلوم دیوبند)

یہ غیر مقلدین کے طرزِ فکر کو واضح کرنے کے لیے اُن کے افکار کا اجمالی جائزہ تھا، جس پر غور کر کے کوئی بھی صاحبِ علم بآسانی اندازہ کرسکتا ہے کہ یہ طرزِ فکر، قرآن وسنت اور اسلاف کے طرزِ فکر سے قطعی طور پر متصادم ہے۔ صحیح فکر جس پر امت کا سوادِ اعظم متفق ہے، وہ یہ ہے کہ اختلافی مسائل میں شدت اختیار نہ کی جائے اور جہاں بھی قرآن وسنت کی نصوص کی روشنی میں دو پہلو ممکن ہوں، ان میں ایک ہی پہلو میں حق کو منحصر نہ قرار دیا جائے۔

اختلافی مسائل میں عدمِ تشدد اور اسلاف واکابر کا موقف

جہاں تک اختلافی مسائل میں توسع کی بات ہے اور صلاحیتِ اجتہاد رکھنے والے لوگوں کے الگ الگ موقف رکھنے کی گنجائش کا مسئلہ ہے، اس کے لیے سب سے واضح دلیل غزوۂ بنوقریظہ کے موقع پر آں حضرت ﷺ کا وہ طرزِ عمل ہے جو آپ نے حضراتِ صحابہؓ کی ان دونوں جماعتوں پر نکیر نہ فرما کر پیش کیا، جن میں سے ایک جماعت نے عصر کی نماز بنوقریظہ میں پہنچ کر پڑھنے کے حکم پر اس طرح عمل کیا کہ وقت ختم ہونے کے باوجود راستے میں عصر ادا نہیں کی؛ جبکہ دوسرے فریق نے یہ سمجھا کہ مقصود جلد پہنچنا تھا؛ لیکن جب راستے میں عصر کی نماز فوت ہونے کا خطرہ ہے تو راستے ہی میں نمازِ عصر ادا کرلینا ضروری ہے۔ آپ حضرات واقف ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی فریق پر نکیر نہ فرما کر یہ واضح فرمادیا کہ امت میں اجتہاد کی صلاحیت رکھنے والے لوگ اگر ایک ہی نص کو دو طریقے سے سمجھتے ہیں اور اس کی بناء پر ایک دوسرے سے بالکل مختلف رائے رکھتے ہیں تو کسی پر ملامت نہیں کی جاسکتی۔

اسی کی روشنی میں ائمہ واسلاف کا طرزِ عمل یہی رہا کہ اختلافی مسائل میں تشدد نہ

اختیار کیا جائے، خاص طور پر جن مسائل میں ایک سے زائد موقف ہو سکتے ہیں، ان میں کسی ایک کو متعین طور پر حق اور دوسرے کو حتمی طور پر باطل قرار نہ دیا جائے، اس کے ثبوت میں متقدمین ومتاخرین کی بہت سی عبارتیں پیش کی جاسکتی ہیں؛ لیکن اختصار کے پیش نظر ہم یہاں صرف شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پیش کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں، علامہ فرماتے ہیں:

فَالْوَاجِبُ عَلٰی كُلِّ مُؤْمِنٍ مُوَالاَةُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَعُلَمَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَأَنْ يَقْصِدَ الْحَقّ وَيَتّبِعَه حَيْثُ وَجَدَه وَيَعْلَمَ أَنّ مَنْ اجْتَهَدَ مِنْهُمْ فَأَصَابَ فَلَه أَجْرَانِ، وَمَنْ اجْتَهَدَ مِنْهُمْ فَأَخْطَأَ فَلَه أَجْرٌ لاِجْتِهَادِه، وخَطْؤُه مَغْفُوْرٌ لَه، وَعَلٰى الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْ يَتّبِعُوْا إمَامَهُمْ إذَا فَعَلَ مَا يَسُوْغُ؛ فَإنّ النّبِيّ ﷺ قَالَ: ”إنّمَا جُعِلَ الإمَامُ لِيؤْتَمّ به“ وَسَوَاءٌ رَفَعَ يَدَيْهِ أَوْلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ لاَ يَقْدَحُ ذٰلِكَ فِيْ صَلاتِهِمْ وَلا يُبْطِلُها لاَ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَلاَ الشّافِعِي وَلاَ مَالِكٍ وَلاَ اَحْمَد وَلَوْ رَفَعَ الإمَامُ دُوْنَ الْمَأمُوْمِ أَوِالْمَأمُوْمُ دُوْنَ الإمَامِ لَمْ يَقْدَحْ ذٰلِكَ فِيْ صَلاةِ وَاحِدٍ مّنْهُمَا وَلَوْ رَفَعَ الرّجُلُ فِيْ بَعْضِ الأَوْقَاتِ دُوْنَ بَعْضٍ لَمْ يَقْدَحْ ذٰلِكَ فِيْ صَلاتِه وَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَتخِذَ قَوْلَ بَعْضِ الْعُلَمَاءِ شِعَارًا يُوْجِبُ اتّبَاعَه وَيَنْهىٰ عَنْ غَيْرِه مِمّا جَائَتْ به اَلسُنّةُ بَلْ كُلُّ مَا جَائَتْ به السُّنّةُ فَهُوَ وَاسِعٌ: مِثْلَ الأَذَانِ وَالإقَامَةِ فَقَدْ ثَبَتَ فِيْ الصّحِيْحَيْنِ عَن النّبِيّ صلى الله عليه وسلم ”اَنّه (أَمرَ بِلالاً أَنْ يَشْفَعَ الأَذَانَ وَيُوْتِرَ الإقَامَةَ“ وَثَبَتَ عَنْهُ فِي الصّحِيْحَيْنِ ”أَنّه عَلّمَ أَبَا مَحْذُوْرَةَ الإقَامَةَ شَفْعًا شَفْعًا كَالأَذَانِ) فَمَنْ شَفّعَ الإقَامَةَ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ أَفْرَدَهَا فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ أَوْجَبَ هٰذَا دُوْنَ هٰذَا فَهُوَ مُخْطِئٌ ضَالٌ وَمَنْ وَالىٰ مَنْ يَفْعَلُ هٰذَا دُوْنَ هٰذَا بِمُجَرّدِ ذٰلِكَ فَهُوَ مُخْطِئٌ ضَالٌ (فتاویٰ ابن تیمیہ، ج:۲۳،ص:۲۵۴)

ترجمہ: ہر بندۂ مومن پر، عام اہلِ ایمان اور علماء سے محبت کرنا واجب ہے اور حق جہاں بھی ہو اس کا قصد اور اتباع واجب ہے اور یہ جاننا بھی واجب ہے کہ مجتہد مصیب کے لیے دو اجر کا وعدہ کیا گیا ہے اور اگر مجتہد سے اجتہاد میں خطا ہو جائے تو اس کو اجتہاد کرنے پر اجر ملتا ہے اور اس کی خطا کی مغفرت کر دی جاتی ہے، اور اگر امام وہ عمل کر رہا ہو جس کی شرعاً گنجائش ہے تو اہلِ ایمان پر امام کا اتباع ضروری ہے؛ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ ارشاد فرمایا ہے؛ اس لیے امام رفع یدین کرے یا نہ کرے نمازیوں کی نماز میں کوئی نقصان نہیں، ان کی نماز نہ امام ابوحنیفہؒ کے یہاں باطل ہے نہ امام شافعیؒ کے یہاں، نہ امام مالکؒ کے یہاں اور نہ امام احمدؒ کے یہاں، اسی طرح اگر امام رفعِ یدین کرے، مقتدی نہ کرے یا اس کے برعکس ہو، تو یہ ان میں سے کسی کی نماز میں کمی یا کوتاہی کا سبب نہیں ہوگا، اور اگر بعض اوقات رفعِ یدین کیا جائے اور بعض اوقات نہ کیا جائے تو اس سے کسی کی نماز میں کوئی نقصان نہیں ہوگا اور یہ کسی کے لیے جائز نہ ہوگا کہ وہ بعض علماء کے قول کو ایسا شعار بنالے کہ اسی کے اتباع کو واجب قرار دے اور سنت سے ثابت دوسرے پہلو سے لوگوں کو منع کرے؛ بلکہ وہ تمام صورتیں جو سنت سے ثابت ہیں، ان سب کی گنجائش ہے، جیسے اذان و اقامت کے بارے میں، کہ بخاری و مسلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے حضرت بلالؓ کو کلماتِ اذان میں شفعہ اور کلمات اقامت میں ایتار کا حکم دیا اور حضور ﷺ ہی سے بخاری و مسلم میں یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے حضرت ابومحذورہؓ کو کلماتِ اقامت میں اذان کی طرح شفعہ شفعہ کی تعلیم دی؛ اس لیے جو اقامت میں شفعہ کی صورت اختیار کرتا ہے تو وہ بھی درست ہے اور جو افراد کی صورت اختیار کرتا ہے تو وہ بھی درست ہے، اور جو شخص ان صورتوں میں سے ایک کو واجب قرار دے اور دوسری صورت کی اجازت نہ

دے تو وہ خطا کار اور گمراہ ہے اور جو ان میں سے ایک عمل کرنے والے سے محبت کرے اور دوسرے سے محض اسی بنیاد پر محبت نہ کرے تو وہ خطا کار اور گمراہ ہے۔

مسئلۂ تقلید اور اکابرِ دیوبند کا مسلکِ اعتدال

حضراتِ گرامی! علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا عبارت سے جس توسع واعتدال کی طرف راہ نمائی ہوتی ہے، وہی مزید جامعیت کے ساتھ مسلکِ دیوبند کا طرۂ امتیاز ہے۔ ایک طرف تو یہ حضرات دلائلِ شرعیہ کی روشنی میں تقلید کو لازم اور ضروری قرار دیتے ہیں، دوسری طرف اس میں غلو کو بھی درست نہیں سمجھتے۔ ان دونوں امور کی وضاحت کے لیے چند اکابر علماء دیوبند کی عبارات پیش کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

سب سے پہلے تقلید کی ضرورت اور اس کی حیثیت پر امامِ ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں جو حضرت کی گہری بصیرت اور تفقہ فی الدین کا شاہ کار ہے، حضرتؒ فرماتے ہیں:

> تقلیدِ مطلق فرض ہے: فَاسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لاَ تَعْلَمُوْنَ. الآیہ حق تعالیٰ نے اس آیت میں مطلق تقلید کو فرض فرمادیا ہے اور تقلید کے دو فرد ہیں؛ ایک شخصی کہ سب مسائل ضروریہ ایک ہی عالم سے پوچھ کر عمل کرے، دوسرے غیر شخصی کہ جس عالم سے چاہے دریافت کر لیوے اور بہ سبب آیت اپنے اطلاق کے دونوں قسم تقلید کو متضمن ہے، لہٰذا دونوں قسم تقلید کی مامور من اللہ تعالیٰ اور مفروض حق تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور جس فرد تقلید پر کوئی عمل کرے گا، حق تعالیٰ کے حکم فرض کا عامل ہوگا، لہٰذا جو شخص تقلیدِ شخصی کو جو مامور ومفروض من اللہ تعالیٰ ہے، شرک یا بدعت کہتا ہے، وہ جاہل وگمراہ ہے؛ کیونکہ حق تعالیٰ کی مخالفت میں خدا تعالیٰ کے مفروض کو شرک کہتا ہے اور نہیں جانتا کہ حق تعالیٰ نے جہاں مطلق حکم فرمایا ہے، مکلّف کو مختار

فرمایا ہے کہ جس فردِ مقید پر چاہے عمل کرے؛ کیونکہ مطلق کا من حیث الاطلاق کہیں خارج میں وجود نہیں ہوتا؛ بلکہ اپنے افراد کی ضمن میں خارج میں موجود ہوتا ہے۔ مثلاً انسان کا وجود من حیث الاطلاق کہیں جدا نہیں پایا جاتا؛ بلکہ افراد کے ضمن میں ہی خارج میں ہوتا ہے، ایسا ہی تقلید کا وجود جدا ہو اور شخصی اور غیر شخصی کا جدا ہو یہ ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا؛ بلکہ تقلید جہاں کہیں ہووے گی یا شخصی کے ضمن میں یا غیر شخصی کے ضمن میں ہووے گی۔ لہٰذا دونوں قسم میں مکلّف مختار ہے، جس پر چاہے عمل کرے اور عہدۂ امر سے فارغ ہووے۔

پس مامور من اللہ تعالیٰ کو بدعت یا شرک کہنا خود معصیت ہے؛ بلکہ دراصل دونوں نوعِ تقلید کے جواز میں یکساں ہیں؛ مگر اس وقت میں کہ عوامُ الناس؛ بلکہ خواص پر بھی ہوائے نفسانی کا غلبہ اور إعْجَابُ كُلِّ ذِيْ رَأيٍ بِرَأيِهِ کا اور تقلیدِ غیر شرعی ان کی ہو اور اعجاب کو عمدہ ذریعہ جواز واجراء کا ہوجاتا ہے اور موجب لا اُبالی پن کا دین کی طرف سے اور سبب زبان درازی وتشنیع کا شانِ مسلمین وائمہ مجتہدین میں اُن کے واسطے بن جاتا ہے اور باعثِ تفرقہ وفساد کا باہم مسلمین میں ہوتا ہے؛ چنانچہ یہ سب مشاہدہ ہے؛ لہٰذا ایسے وقت میں تقلید غیر شخصی کا اختیار کرنا اس وجہ سے جہاں پر مفاسد برپا ہوتے ہیں درست نہیں رہا اور فقط شخصی امتثالِ امر فَاسْئَلُوْا کے واسطے معین ومُتخصّص بحکمِ شرع ہوگئی ہے؛ کیونکہ اتفاق اور اتحاد رکنِ اعظم دین اسلام کا ہے تو اس کی محافظت بھی فرضِ اعظم ہے: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَلاَ تَفَرَّقُوْا (الآية). إِنَّ اللّٰهَ لاَ يُحِبُّ الْفَسَادَ (الآية) اور اکثر احادیث اس باب میں وارد ہیں، لہٰذا محافظت اس فرض اعظم کے واسطے اور رفع ان مفاسد وشنائع کی ضرورت سے ایک شق مامور علی التخییر سوال کو ترک کرنا اور دوسری شق کو جو معین ومقوی اس فرضِ اعظم کو اور دافع شنائع مذکورہ کو ہے اختیار کرنا عین حکم

صحابہ وختم شارع علیہ السلام ہوگیا ہے؛ چنانچہ قرأت قرآن شریف کی سبعۃ احرف میں مخیّر تھی اور باجماعِ صحابہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو منع کر کے ایک لغت قریش میں مقصور کردی اور یہ محض رفع فساد وتفرقہ کی وجہ سے ہوا تھا۔

صحیح بخاری اس کی شاہد ہے اور خود فخرِ عالم علیہ السلام نے قتل ذوالخویصرہ کے باب میں جو واجبُ القتل بسبب کلمات کفر وگستاخی فخرِ عالم علیہ السلام کے تھا فرمایا تھا: **دَعْهُ فَإِنّ النّاسَ يَقُوْلُوْنَ إِنّ مُحَمّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَه**۔ اور یہ حکم بسبب فتنہ کے ہوا تھا لاغیر۔ الحاصل ایسے وقت نازک میں تقلید شخصی واجب متعین ہے اور غیر شخصی ان فتن مشاہدہ کے سبب ممنوع ہے؛ البتہ اگر کہیں یہ فساد غیر شخصی میں نہ پایا جائے تو وہ بھی مامور علی الخُیَیر ہے مثل شخصی کے پس واضح ہوگیا کہ تقلیدِ شخصی واجب ہے اس کو بدعت یا شرک کہنا جہلِ محض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(تالیفاتِ رشیدیہ مع فتاویٰ رشیدیہ، ۶/۲۰۵)

یہ جامع فتویٰ تقلید کی ضرورت پر ایک بیان شافی کی حیثیت رکھتا ہے، اب اس کے بعد ملاحظہ فرمائیں کہ اس سلسلے میں علماءِ دیوبند کس درجہ محتاط اور معتدل نقطہ نظر کے حامل ہیں، سب سے پہلے حضرت گنگوہی نوراللہ مرقدہ کی ہی یہ عبارت قابلِ توجہ ہے:

''الغرض بعد ثبوت اس امر کے یہ مسئلہ اپنے امام کا خلاف کتاب وسنت کے ہے، ترک کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے، اور کوئی بعد وضوح اس امر کے اس کا منکر نہیں''۔

(سبیل الرشاد، ص: ۳۰)

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی نوراللہ مرقدہٗ ''ایضاحُ الادِلّہ'' میں غیر مقلدین کے طرزِ استدلال کی غلطی واضح کرتے ہوئے صراحت کے ساتھ فرماتے ہیں:

''خدا اور رسول کے مقابلہ میں خواہ کوئی ایک کی تقلید کرے یا ہزار کی، اس کے بطلان میں کس کو کلام ہے۔'' (ایضاح الادلہ، ص: ۲۲۹)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''بعض مقلدین نے اپنے امام کو معصوم عن الخطا ومصیب وجوباً مفروضُ الاطاعت تصور کر کے عزم بالجزم کیا کہ خواہ کیسی ہی حدیث صحیح مخالف قولِ امام کے ہو اور مستند قولِ امام کا بجز قیاس امر دیگر نہ ہو پھر بھی بہت سے علل اور خلل حدیث میں پیدا کر کے یا اس کی تاویل بعید کر کے حدیث کو رد کر دیں گے، ایسی تقلید حرام اور مصداقِ قولہ تعالیٰ: اتَّخَذُوْا أَحْبَارَهُمْ (الآیۃ) اور خلافِ وصیت ائمۂ مرحومین ہے۔

(فتاویٰ امدادیہ، ج:۴، ص:۸۸)

حضرات: مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اکابرِ دیوبند کے مسلکِ اعتدال کی مزید وضاحت کے لیے اس جگہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کا درج ذیل اقتباس بھی ملاحظہ فرمالیا جائے، جس سے زیر بحث مسئلہ پر نہایت جامعیت واختصار کے ساتھ روشنی پڑتی ہے، یہ اقتباس تاریخ دارالعلوم دیوبند کے مقدمہ سے ماخوذ ہے، جس میں دارالعلوم کے فقہی وکلامی مذہب اور مسلک کی طرف بڑے قیمتی اشارات آئے ہیں۔ فقہی مسلک کے بارے میں حضرتؒ کی عبارت حسب ذیل ہے:

دارالعلوم کے فقہی مسلک کا اولین اصول یہ ہے کہ **اِلاعْمَال اولٰی مِنَ الْاِهْمال** (کسی چیز کو کام میں لے آنا اس کے بیکار چھوڑ دینے سے بہتر ہے) دنیا کی خسیس سے خسیس چیز کو بھی دانشمند بیکار ضائع نہیں جانے دیتے، چہ جائے کہ کسی اعلیٰ چیز کو مہمل چھوڑ کر ضائع کر دیں اور تمام اعلیٰ چیزوں میں اعلیٰ ترین شے کلام نبوت اور کلام خداوندی ہے تو اُس کے کسی بھی پہلو کو بیکار اور ناقابلِ عمل بنا دینا، بلاشبہ اس مسلک کی فطرت کے خلاف ہے، اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ احادیثِ مختلفہ میں جو

حدیث منشاء شارع علیہ السلام سے زیادہ اوفق اوراس سے اقرب ہوتی ہے، اسے بہ پیروی امام ابوحنیفہؒ اصل مذہب قرار دے کر بقیہ تمام روایات کو اس کی ساتھ اپنے اپنے محل پر جوڑتے چلے جاتے ہیں، جس سے کوئی حدیث بھی خارج از عمل نہیں ہوتی، بالفاظِ دیگر اُن کے یہاں جمع بین الروایات اصل ہے، جس سے تطبیق وتوفیق کا راستہ پیدا ہوتا ہے، متخالف روایات کو ترک کیے بغیر معقول اور منقول توجیہ سے اصل روایت کے تابع بنا کر عمل کے دائرے میں لے آتے ہیں، بیکار بنا کر ضائع نہیں ہونے دیتے؛ تاکہ کلامِ پیغمبر کا کوئی بھی پہلو خارج از عمل نہ رہنے پائے حتی کہ حدیث مرسل کو بھی ترک کرنے کے بجائے اُس کی حجیت کو بھی تسلیم کرتے ہیں؛ اس لیے ائمۂ ہدایت کے تفقّہ سے پیدا شدہ کوئی بھی پہلو کسی بھی روایت کا مسلک سے باہر نہیں رہتا، جسے ہم یوں بھی تعبیر کرسکتے ہیں کہ تمام ائمہ کے فقہی مراتب بحیثیت مجموعی اس مسلک میں آجاتے ہیں، زیادہ سے زیادہ راجح ومرجوح یا افضل ومفضول یا اصل وفرع یا عزیمت ورخصت کا فرق نکل سکتا ہے؛ البتہ کہیں کہیں جائز وناجائز کا بھی فرق پیدا ہوتا ہے؛ مگر قلیل، سُو اس سے فقہِ حنفی کی جامعیت اور دوسرے فقہوں کے برحق ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا، خواہ دو نصوص باہم متعارض ہوں یا ایک ہی نص کے دو پہلو فقہی طور پر متعارض ہوں؛ اس لیے اجتہادی فروعات میں اختلاف تو ہوجاتا ہے؛ مگر خلاف ونزاع کی کوئی شکل پیدا نہیں ہوسکتی کہ کسی فقہی مسلک سے اِعراض یا گریز کی تہمت آئے؛ اس لیے ائمۂ اجتہاد کی حقانیت وعظمت بھی ان کی شان کے مناسب قائم رہی ہے، اوران کے فقہی مسلک کی صداقت وعظمت اور تعظیم وتوقیر میں بھی فرق نہیں آتا، پھر یہ اختلاف بھی حق وباطل کا نہیں ہوتا کہ باعثِ کش مکش ہو؛ بلکہ محض خطاء وصواب کا ہوتا ہے جن میں سے کوئی بھی پہلو اجر سے خالی

نہیں اور ظاہر ہے کہ جب سارے فقہوں اور فقیہوں کے اجتہادات اس طرح ایک مرکز پر جمع ہوکر درجہ بدرجہ اپنے اپنے مقام ومرتبہ کے مناسب قائم رہتے ہیں تو نہ صرف یہ کہ نزاع وجدال کے رخنے مسدود ہوجاتے ہیں؛ بلکہ قدرِ مشترک کے طور پر ایک مابہ الاتحاد بھی پیدا ہوجاتا ہے، جس کے تحت یہ سارے فقہ اور فقہی مراتب نہ صرف معتبر ہی ٹھہرتے ہیں؛ بلکہ ایک مرکز پر سمٹ آتے ہیں جو اس مسلک کی جامعیت کی کھلی دلیل ہے۔ (تاریخِ دارالعلوم دیوبند جلد اوّل، ص: ۲۸-۲۹)

فقہی اختلاف کے بارے میں رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی قرارداد

علماءِ امت! راہِ اعتدال کی وضاحت اپنے اکابر کی تحریروں سے تو آپ کے سامنے آگئی ہے اسی موضوع سے متعلق رابطہ عالم اسلامی کی مجلس فقہی کی ایک قرارداد پیش کردینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے؛ تاکہ جو لوگ سعودی علماء کی طرف غلط باتیں منسوب کرکے سادہ لوح عوام کو گمراہ کرتے ہیں، ان کی غلط بیانی سامنے آجائے اور یہ واضح ہوجائے کہ سعودی عرب کے علماء بھی حضراتِ ائمہ اور ان کے مقلدین کے بارے میں غیر مقلدین کے طرزِ عمل کو قطعاً غلط سمجھتے ہیں۔

یہ قرارداد، مجلس فقہی رابطۂ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ نے ۲۴ تا ۲۸/صفر ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۷ تا ۲۱/ اکتوبر ۱۹۸۷ء کو منعقدہ اپنے دسویں اجلاس میں منظور کی تھی، پھر اسی کو رابطہ کے اجلاس منعقدہ ۱۴۲۲ھ میں دوبارہ پیش کرکے منظور کیا گیا، اور رابطہ کے ترجمان ''أَخْبَارُ الْعَالَمِ الاسْلاَمِی'' میں یہ شائع ہوئی۔

اس قرارداد میں پہلے تو اعتقادی اختلاف پر اظہارِ افسوس کرتے ہوئے پوری امت سے اہلِ سنت کے مذہب پر مجتمع ہونے کی اپیل کی گئی ہے، اس کے بعد ائمہ کے

فقہی اختلاف کو علمی اسباب کا نتیجہ اور امت کے لیے اللہ کی رحمت قرار دیتے ہوئے اس موضوع پر نہایت متوازن رائے کا اظہار کیا گیا ہے۔ قرار داد طویل ہے، اس کا ضروری حصہ پیش کیا جاتا ہے:

فَهٰذَا النَّوْعُ الثَّانِیْ مِن اِخْتِلَافِ الْمَذَاهِبِ، وَهُوَ الْاِخْتِلَافُ الْفِقْهِیُّ، لَیْسَ نَقِیْصَةً وَلَا تَنَاقُضاً فِیْ دِیْنِنَا وَلَا یُمْکِنُ أَنْ لَا یَکُوْنَ، فَلَا یُوْجَدُ أُمَّةٌ فِیْهَا نِظَامٌ تَشْرِیْعِیٌّ کَامِلٌ بِفِقْهِه وَاجْتِهَادِه لَیْسَ فِیْهَا هٰذَا الاِخْتِلَافُ الْفِقْهِیُّ الْاِجْتِهَادِیُّ.

فَالْوَاقِعُ أَنّ هٰذَا الاِخْتِلَافَ لَا یُمْکِنُ أَنْ لَا یَکُوْنَ لِأَنّ النُّصُوْصَ الْأَصْلِیّةَ کَثِیْرًا مّا تَحْتَمِلُ أَکْثَرَ مِنْ مَعْنًی وَاحِدٍ، کَمَا أَنّ النّصّ لَا یُمْکِنُ أَنْ یَسْتَوْعِبَ جَمِیْعَ الْوَقَائِعِ الْمُحْتَمِلَةِ لِأَنّ النُّصُوْصَ مَحْدُوْدَةٌ وَالْوَقَائِعُ غَیْرُ مَحْدُوْدَةٍ کَمَا قَالَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ رَحِمَهُمُ اللهُ تَعالٰی، فَلَابُدّ مِنَ اللُّجُوْءِ الٰی الْقِیَاسِ وَالنّظْرِ الٰی عِلَلِ الأَحْکَامِ وَغَرَضِ الشّارِعِ وَالْمَقَاصِدِ الْعَامّةِ للشّرِیْعَةِ، وَتَحْکِیْمُهَا فِی الْوَقَائِعِ وَالنّوَازِلِ الْمُسْتَجِدّةِ وَفِیْ هٰذا تَخْتَلِفُ فُهُوْمُ الْعُلَمَاءِ وَتَرْجِیْحَاتُهُمْ بینَ الْاحتمالاتِ، فتختلفُ أحکامُهُمْ فی المَوضُوعِ الْوَاحِدِ وَکُلٌّ مِنهُمْ یَقْصِدُ الْحَقّ وَیَبْحَثُ عَنهُ، فَمَنْ أَصَابَ فَلَه أَجْرَانِ وَمَنْ أَخْطَأَ فَلَه أَجْرٌ وَاحِدٌ وَمِنْ هُنَا تَنْشَأُ السّعَةُ وَیَزُوْلُ الْحَرَجُ.

فَأَیْنَ النّقِیْصَةُ فِی وُجُوْدِ هٰذَا الاِخْتِلَافِ الْمَذْهَبِی الّذِیْ أَوْضَحْنَا مَا فِیْهِ مِنَ الْخَیْرِ وَالرّحْمَةِ وَأَنّه فِیْ الْوَاقِعِ نِعْمَةٌ وَرَحْمَةٌ مِنَ اللهِ بِعِبَادِه الْمُؤمِنِیْنَ وَهُوَ فِیْ الْوَقْتِ ذَاتِه ثَرْوَةٌ تَشْرِیْعِیّةٌ عُظْمٰی وَمَزِیّةٌ جَدِیْرَةٌ بِأَنْ تَتَبَاهٰی بِهَا الْأُمّةُ الاسْلَامِیّةُ وَلٰکِنْ الْمُضِلّلِیْنَ مِنَ الأَجَانِبِ الّذِیْنَ یَسْتَغْلُوْنَ ضُعْفَ الثّقَافَةِ الإِسْلَامِیّةِ لَدیٰ بَعْضِ الشّبَابِ الْمُسْلِمِ وَلَا

سِيّمَا الّذِيْنَ يَدْرُسُوْنَ لَدَيْهِمْ فِي الْخَارِجِ فَيُصَوّرُوْنَ لَهُمُ اخْتِلاَفَ الْمَذَاهِبِ الْفِقْهِيّةِ هٰذَا كَمَا لَوْ كَانَ اخْتِلاَفاً اعْتِقَادِيّاً لِيُوْحُوا إلَيْهِمْ ظُلْماً وَزُوْراً بِأنّه يَدُلُّ عَلٰى تَنَاقُضِ الشّرِيْعَةِ دُوْنَ أنْ يَنْتَبِهُوْا الٰى الْفَرْقِ بَيْنَ النّوْعَيْنِ وَشَتّانَ مَا بَيْنَهُمَا.

ثَانِياً: وَأمّا تِلْكَ الْفِئَةُ الْأُخْرىٰ الّتِيْ تَعْدُوْ الٰى نَبْذِ الْمَذَاهِبِ وَتُرِيْدُ اَنْ تَحْمِلَ النّاسَ عَلٰى خَطٍ اجْتِهَادِيٍ جَدِيْدٍ لَهَا وَتَطْعَنُ فِي الْمَذَاهِبِ الْفِقْهِيّةِ الْقَائِمَةِ وَفِيْ أئِمّتِهَا أوْ بَعْضِهِمْ فَفِيْ بَيَانِنَا الأنفُ عَنِ الْمَذَاهِبِ الْفِقْهِيّةِ وَمَزَايَا وُجُوْدِهَا وَأئِمّتِهَا مَا يُوْجِبُ عَلَيْهِمْ أنْ يَكُفُّوْا عَنْ هٰذا الْأُسْلُوْبِ الْبَغِيْضِ الّذِيْ يَنْتَهِجُوْنَه وَيُضَلِّلُوْنَ به النّاسَ وَيَشُقُّوْنَ صُفُوْفَهُمْ، وَيُفَرّقُوْنَ كَلِمَتَهُمْ فِيْ وَقْتٍ نَحْنُ أحْوَجُ مَا نَكُوْنُ الٰى جَمْعِ الْكَلِمَةِ فِيْ مُوَاجَهَةِ التّحَدّيَاتِ الْخَطِيْرَةِ مِنْ أعْدَاءِ الْاسْلاَمِ، بَدَلاً مِنْ هٰذِهِ الدّعْوَةِ الْمُفَرّقَةِ الّتِيْ لاَ حَاجَةَ الَيْهَا.

وَصَلّى اللهُ عَلٰى سَيّدِنَا مُحَمّدٍ وّ عَلٰى اٰلِه وَصَحْبِه وَسَلّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْرًا وَالْحَمْدُ للهِ رَبّ الْعَالَمِيْن.

ترجمہ: اختلافِ مذاہب کی یہ دوسری صورت یعنی فقہی اختلاف، ہمارے دینِ کامل میں کسی نقص یا تناقض کی دلیل نہیں ہے اور یہ بات ناممکن ہے کہ یہ اختلاف وجود پذیر نہ ہو، دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں پائی جاسکتی جس کے پاس قانون سازی کا مجتہدانہ فقہی نظام موجود ہو اور یہ فقہی اجتہادی اختلاف نہ پایا جاتا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اختلاف نہ ہونا، ممکن ہی نہیں ہے؛ اس لیے کہ نصوصِ شرعیہ میں اکثر ایک سے زائد معنی کا احتمال ہوتا ہے، نیز نصوص میں تمام ممکنہ وقائع کا احاطہ ممکن نہیں؛ اس لیے کہ نصوص محدود ہیں اور وقائع غیر محدود ہیں، جیسا کہ علماء نے لکھا ہے؛ لہٰذا اس کے بغیر چارہ

نہیں ہے کہ قیاس کیا جائے، احکام کی علتوں میں غور وفکر کیا جائے، شارع کے مقصد اور شریعت کے مقاصدِ عامہ کو سامنے رکھا جائے اور نئے پیش آمدہ معاملات میں ان کے ذریعہ فیصلہ کیا جائے، اسی چیز میں علماء کی فہم کا اور مختلف احتمالات میں سے ایک کو ترجیح دینے کا اختلاف سامنے آتا ہے تو ایک ہی مسئلہ میں ان کے فیصلوں میں اختلاف ہوجاتا ہے جب کہ ان میں سے ہر ایک کا مقصد حق کی تلاش ہے۔ لہٰذا جو صحیح رائے تک پہنچ جائے گا اسے دو اجر ملیں گے اور جس سے غلطی ہوگی اسے ایک اجر حاصل ہوگا یہی وہ بنیاد ہے جس سے گنجائش پیدا ہوتی ہے اور تنگی دور ہوتی ہے۔

تو اس اختلاف کے وجود میں کیا عیب ہے جس کی خیر اور برکت کی وضاحت ہم نے اوپر کی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنے اہلِ ایمان بندوں کے لیے نعمت ورحمت ہے، اسی کے ساتھ وہ قانون سازی کا عظیم سرمایہ اور ایسی عظیم خصوصیت ہے جس پر یہ امت فخر کرسکتی ہے؛ لیکن اغیار میں سے گمراہ کرنے والے لوگ جو بعض مسلم نوجوانوں میں اسلامی تعلیم وتربیت کی کمزوری کا غلط استعمال کرتے ہیں، خاص طور سے جو نوجوان بیرونِ ملک تعلیم حاصل کرتے ہیں تو وہ ان کے سامنے اس اختلاف کی ایسی تصویر کھینچتے ہیں، جیسے یہ کوئی اعتقادی اختلاف ہو اور ان کی زیادتی اور کذب بیانی یہ ہے کہ وہ ان جوانوں کے ذہنوں میں یہ بات ڈالتے ہیں کہ یہ اختلاف شریعت کے تناقض کی دلیل ہے۔ اس طرح وہ دونوں قسم کے اختلاف میں فرق نہیں کرتے؛ حالانکہ ان میں بڑا فرق ہے۔

ثانیاً: رہا وہ دوسرا گروہ جو تمام مذاہبِ فقہیہ کو چھوڑ دینے کا داعی ہے، اور لوگوں کو اپنی نئی اجتہادی راہ پر لے جانا چاہتا ہے اور موجودہ مذاہبِ فقہیہ اور ان کے تمام یا بعض ائمہ کے بارے میں زبانِ طعن دراز کرتا ہے تو ہمارے مذکورہ بالا بیان میں فقہی

مذاہب، ان کے وجود کی خصوصیت و مصلحت اور ان کے ائمہ کے بارے میں جو امور مذکور ہوئے، وہ اس گروہ کے لوگوں پر یہ بات واجب کرتے ہیں کہ وہ اپنا یہ ناپسندیدہ طرزِ عمل چھوڑ دیں جس سے وہ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور ان کی صفوں میں اختلاف پیدا کرتے ہیں اور ان میں تفریق ڈالتے ہیں اور وہ بھی ایسے وقت میں جب ہم سب کو دشمنانِ اسلام کے خطرناک چیلنجوں کے مقابلے کے لیے اتحاد کی سب سے زیادہ ضرورت ہے، نہ کہ اس تفریق پیدا کرنے والی تحریک کی جو قطعاً بے ضرورت ہے۔

حضراتِ علماء کرام! مذکورہ بالا تفصیلات یہ واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ جماعت غیر مقلدین کا طرزِ فکر اور طریقۂ عمل دونوں ہی علماء امت کے تمام طبقات کے نزدیک غلط اور بے بنیاد ہیں؛ اس لیے ہم سب کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اختلاف وانتشار کی اس تحریک کے خلاف بھرپور جدوجہد کے لیے تیار ہوجائیں؛ تاکہ امتِ مسلمہ اس کے نقصانات سے محفوظ ہوجائے اور اپنے اسلاف واکابر کے نقشِ قدم پر حسبِ سابق مضبوطی سے گامزن ہوجائے، اس وقت ہمیں اپنی اسی ذمہ داری کی تکمیل کے لیے مناسب طریقوں پر غور کرنا ہے۔

اس مقصد کے لیے باہمی مشورہ سے جو بھی طریقِ کار طے ہوگا اس کے مطابق ہم سبھی کو اقدامات کرنے کے لیے تیار رہنا ہے، ان شاء اللہ!

اس موقع پر ایک بھائی کی حیثیت سے یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کام پوری دل سوزی، دردمندی، اخلاصِ نیت اور بھرپور علمی تیاری کے ساتھ کیا جائے اور ہر وقت یہ بات نگاہوں کے سامنے رہے کہ امتِ مسلمہ کو انتشار پیدا کرنے والے عناصر سے بچانا اور اسلاف کے نقوشِ راہ کو واضح کرنا ہمارا مقصد ہے اور یہی تمام اکابرِ دیوبند کا مشن اور نصبُ العین ہے۔

اخیر میں ایک بار پھر آپ حضرات کی ضیافت میں کوتاہی کے لیے دل کی گہرائیوں سے معذرت خواہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس اجلاس کو مُثمِرِ خیرات و برکات فرمائے، آمین۔

واٰخر دعوانا أن الحمد للهِ رب العٰلمين.

والسلام

(مولانا مفتی) **ابوالقاسم نعمانی** (صاحب)

مهتمم دار العلوم ديوبند



خطبۂ صدارت

کل ہند اجلاس مجلس عمومی رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ
دارالعلوم دیوبند

منعقدہ: ۳؍ جمادی الثانیہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۴؍ مارچ ۲۰۱۵ بروز منگل

از

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم
مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند و صدر رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ

شائع کردہ

مرکزی دفتر رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العٰلمين والصلوٰة والسلام علىٰ سيدنا محمد وآله وأصحابه أجمعين. أما بعد!

اللہ رب العزت کا فضل واحسان ہے کہ اس نے ہم سب کو ایمان کی نعمت سے سرفراز فرما کر اہل السنۃ والجماعۃ کے کاروانِ ہدایت کا حصہ بنایا اور حضرات اکابرِ دیوبند رحمہم اللہ کے اُس زریں سلسلے سے وابستگی عطا فرمائی جو ایمان وعقیدہ اور علم وعمل کی تمام تفصیلات میں، کتاب وسنت پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہے اور اپنے مزاج ومذاق میں **مَاۤ أَنَاۡ عَلَيهِ وَأَصۡحَابِيۡ** کے منہاج پر کاربند ہے، بلاشبہ یہ اللہ رب العزت کی ایک عظیم نعمت ہے۔ اسی کے ساتھ ہم اس پر بھی شکر ادا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مدارس اسلامیہ کی خدمت سے وابستہ کیا اور ان مدارس کی سب سے پہلی کڑی اور ملت اسلامیہ کے علمی، عملی اور تہذیبی ورثہ کے امین وپاسبان ادارہ دارالعلوم دیوبند اور اسی کے منہاج پر چلنے والے اداروں کی خدمت کی توفیق بخشی اور مدارس اسلامیہ کے معاملات ومسائل پر باہمی غور وخوض کے لیے رابطۂ مدارس اسلامیہ دارالعلوم دیوبند کا یہ مشترکہ پلیٹ فارم عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ان تمام نعمتوں کی قدردانی اور ان سے صحیح طور پر فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

مہمانانِ گرامی مرتبت! بارگاہ رب العزت میں شکر وسپاس کے بعد آپ حضرات کا شکریہ ادا کرنا بھی، بندے کا خوش گوار فریضہ ہے کہ آپ نے ہماری حقیر دعوت پر لبیک کہا اور سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے یہاں تشریف لائے اور اپنے احساسِ ذمہ داری کا ثبوت دیا، ہم آپ کا صمیمِ قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور ساتھ

ہی مہمان نوازی میں کوتاہی پر معذرت خواہ ہیں، ہمیں یقین ہے کہ آپ کو خدانخواستہ کوئی زحمت ہوئی تو اپنی وسعت ظرفی کا ثبوت دیں گے اور درگذر فرمائیں گے۔

علمائے عالی مقام! رابطۂ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند کی مجلس عمومی کا یہ اجلاس، دستور میں طے شدہ نظام کے مطابق منعقد ہورہا ہے؛ لیکن یہ محض ضابطہ کی رسمی تکمیل نہیں ہے؛ بلکہ یہ وقت کا تقاضا اور مدارس کی ضرورت بھی ہے، اس لیے کہ تیزی سے بدلتے ہوئے حالات سے عہدہ برآ ہونے اور مدارس کی کشتی کو طوفان سے محفوظ رکھنے کے لیے ہم سب باہمی مشوروں کے محتاج ہیں، کوئی سمجھ دار آدمی موجودہ حالات کی سنگینی سے ناواقف نہیں ہوسکتا جب کہ پوری دنیا ہی میں دین اسلام کے علمبرداروں اور نام لیواؤں پر عرصۂ حیات تنگ کرنے کی مہم جاری ہے اور اسلام کی مکمل تعلیمات کو اصلی شکل میں پیش کرنے والے یہ مدارس اسلامیہ، اس مہم کا سب سے پہلا نشانہ ہیں؛ لیکن جس طرح یہ حالات پہلی بار پیش نہیں آرہے ہیں، اسی طرح ان سے مقابلہ کی حکمت عملی بھی ہمیں اسی قدیم اصول کی رہنمائی میں تیار کرنا ہوگی جس کی صحت وصداقت کا بار بار تجربہ ہوچکا ہے کہ **لن یصلح آخر هذه الأمة إلا بما صلح به أولها**۔

پاسبانانِ مدارس! اس مقصد کے لیے ہمیں سب سے پہلے مدارس اسلامیہ کے مقاصدِ قیام کو ایک بار پھر مستحضر کرلینا ضروری ہے، خاص طور پر اس لیے کہ آج بھی ایک طبقہ اس سلسلے میں دانستہ یا نادانستہ غلط فہمی کا شکار ہے، جو یہ سمجھتا ہے کہ مدارس اسلامیہ کو دینی علوم کے ساتھ باضابطہ عصری علوم کی تعلیم کا نظم کرنا چاہیے تاکہ طلبۂ مدارس پر فراغت کے بعد، سرکاری ملازمتوں یا مختلف تجارتی وصنعتی اداروں کے دروازے کھل سکیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بات مدارس اسلامیہ کے مقصدِ قیام سے ناواقف ہونے یا اس کو نظرانداز کرنے پر مبنی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مدارس اسلامیہ کا بنیادی مقصد، شریعت کے علمی، فکری اور دینی ورثہ کو اس کی اصلی شکل میں محفوظ رکھنا اور اس کے لیے ایسے افراد تیار کرنا ہے جو علمی رسوخ اور عملی پختگی کے ساتھ ساتھ ملت کی رہنمائی کے لیے مطلوبہ اوصاف سے متصف ہوں، جن کی دین وشریعت سے وابستگی اور اللہ ورسول سے وفاداری ہر شک وشبہ سے بالاتر ہو، جن کو دنیا کا بڑے سے بڑا مفاد، دین کے چھوٹے سے چھوٹے اصول سے انحراف پر آمادہ نہ کر سکے، اور جو ستائش کی تمنا اور صلے کی پروا سے بے نیاز ہو کر اپنا سب کچھ دین کے لیے قربان کرنے کے جذبے سے سرشار ہوں۔

اس قسم کی صلاحیت وصالحیت کے حامل افراد کی تیاری کے لیے یقیناً ہمیں اپنے طرزِ عمل کا ازسرِ نو جائزہ لینا اور اپنے نظامِ تعلیم وتربیت کو حضرات اکابر رحمہم اللہ کے مقرر کردہ منہاج پر استوار کرنا ضروری ہے، اس سلسلے میں بطور یاددہانی چند گذارشات پیشِ خدمت ہیں۔

(۱) نظامِ تعلیم

سب سے بڑی اور پہلی ضرورت یہ ہے کہ مدارس اسلامیہ اپنے نظامِ تعلیم کو بہتر بنائیں، آپ حضرات سے زیادہ کون اس حقیقت سے واقف ہوگا کہ ہمارے نظامِ تعلیم میں بے شمار کمزوریاں در آئی ہیں جن کا ازالہ کرنا ہم سب کا فریضہ ہے، اس کے لیے چند چیزیں محتاجِ توجہ ہیں۔

(۱) نصابِ تعلیم: ظاہر ہے کہ نصابِ تعلیم، اس نظام میں بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے، بعض مدارس نے نصاب میں غیر ضروری اختصار یا کاٹ چھانٹ کر دی ہے جس سے طلبہ کی استعداد بہتر بنانا مشکل ہو رہا ہے، مناسب ہے کہ رابطۂ مدارس سے مربوط

مدارس، اُس نصاب تعلیم کو باقاعدگی سے نافذ کریں جو رابطہ ہی کے اجتماعات میں منظور ہوا ہے اور دارالعلوم دیوبند اور بہت سے مدارس میں عملاً نافذ بھی ہے۔ یہ گزارش درحقیقت ان مدارس سے ہے جہاں ابھی تک یہ نصاب نافذ نہیں ہے۔

(۲) نصاب کی تکمیل پر توجہ: بہت سے مدارس میں نصاب کی تکمیل پر توجہ نہیں ہے، یہاں تک کہ ابتدائی درجات کی کتابیں بھی باقاعدہ اور پوری پڑھانے کا اہتمام نہیں ہے۔ یہ چیز طلبہ کی استعداد کمزور ہونے کا بنیادی سبب ہے، ضروری ہے کہ تمام اساتذۂ کرام نصاب کی تکمیل کا اہتمام کریں اور ذمہ دارانِ مدارس اس کی نگرانی کریں اور اس کام میں اساتذہ کا تعاون فرمائیں۔ ایامِ تعلیم میں غیر تدریسی ذمہ داریوں کا بار اُن پر کم سے کم ڈالیں تاکہ وہ نہایت عمدگی سے نصاب کی تکمیل کرا سکیں۔

(۳) امتحانات کا نظام بہتر بنایا جائے: بہت سے مدارس میں امتحانات کو مطلوبہ اہمیت حاصل نہیں ہے۔ یہ نظام کی بڑی کمزوری ہے، ضرورت ہے کہ امتحانات، سنجیدگی اور باقاعدگی کے ساتھ ہوں اور سالانہ امتحان کے نتائج پر طلبہ کی ترقی وتنزل کا مدار بھی ہو، اچھے نمبرات والے طلبہ کی حوصلہ افزائی بھی ہو۔

امتحانات کے ضمن میں یہ بھی عرض ہے کہ ابتدائی درجات میں ماہانہ جانچ کا نظام بھی بنایا جائے اس سے بنیادی تعلیم کا معیار بہتر بنانے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

(۴) طلبہ کو اسباق میں حاضری کا پابند بنایا جائے، غیر حاضری پر کارروائی ہو، سالانہ امتحان میں شرکت کو حاضری کی ایک مخصوص مقدار مثلاً پچھتّر فی صد یا ستر فی صد کے ساتھ مشروط کیا جائے۔

(۵) تعلیم ہی کا ایک حصہ تحریر وتقریر کی مشق بھی ہے۔ طلبہ کی درسی مصروفیات کو محفوظ رکھتے ہوئے اساتذۂ کرام کی نگرانی میں تحریر وتقریر کی مشق کا نظام قائم کیا جائے۔

(۲) نظامِ تربیت

افراد سازی کے عمل میں دوسری بہت زیادہ توجہ کی مستحق چیز تربیت ہے؛ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ صحیح تربیت کے بغیر تعلیم کا مقصد ہی فوت ہوجاتا ہے، بالخصوص موجودہ دور میں جب کہ ماحول میں بگاڑ کے اسباب روز افزوں ہیں، انٹرنیٹ اور ملٹی میڈیا موبائل نے فواحش ومنکرات کو معاشرے میں جرائم کی طرح عام کردیا ہے اور نئی نسل تیزی سے ان کا شکار ہورہی ہے، ایسے حالات میں طلبہ کی نگرانی اور تربیت پر پہلے سے کہیں زیادہ توجہ کی ضرورت ہے اور حالات کے مطابق اصول وضوابط مرتب کرنا اور سنجیدگی کے ساتھ ان کا نفاذ کرنا وقت کا تقاضا ہے۔

اس بارے میں گزارش یہ ہے کہ دارالاقامہ کے نظام کو بہتر بنانے پر خاص توجہ فرمائی جائے جس کے تحت طلبہ کو نماز باجماعت کی پابندی، وضع قطع کی درستگی اور تمام غیر ضروری اور غیر مناسب مشاغل سے اجتناب کا پابند بنایا جائے، ملٹی میڈیا موبائل اور انٹرنیٹ کے استعمال سے روکا جائے اور اگر مکمل پابندی لگانا ممکن نہ ہو تو صرف ضرورت کے تحت، اوقات تعلیم کے علاوہ میں سادہ موبائل کے استعمال کی اجازت دی جائے، طلبہ کو زندگی کے تمام کاموں میں اتباع سنت کا عادی بنایا جائے اور وقتاً فوقتاً اصلاحی بیانات اور تذکیر وموعظت کا اہتمام کیا جائے۔ اگر کسی طالب علم کا طرز عمل زیادہ خراب ہو تو اس کے سرپرستوں کو بھی اس کے احوال سے باخبر کیا جائے، نیز نئے داخلہ میں سرپرستوں کی طرف سے تصدیق نامہ کا اہتمام کیا جائے۔

حضرات گرامی! تعلیم وتربیت سے متعلق یہ چند اشارات بطور ادائے فرض آپ حضرات کی خدمت میں عرض کیے گئے ہیں، ہمیں یقین ہے کہ آپ حضرات ان امور

کے سلسلے میں پہلے ہی سے فکرمند ہوں گے۔ اس وقت مقصد یہ ہے کہ ان ضروری امور کے متعلق ہم سب میں ایک اجتماعی احساس بیدار ہوجائے اور پہلے سے زیادہ سرگرمی سے عملی اقدامات پر توجہ ہوجائے۔

اصلاحِ معاشرہ

رہنمایانِ ملّت! مذکورہ بالا گذارشات تو طلبہ کی تعلیم و تربیت سے متعلق تھیں؛ لیکن آپ حضرات بخوبی واقف ہیں کہ موجودہ دور میں مدارس کا کردار صرف طلبہ کی تعلیم و تربیت تک محدود نہیں ہے؛ بلکہ مسلمانوں کے معاشرے کی اصلاح کے لیے جدوجہد کرنا بھی مدارس کے فرائض میں شامل ہے۔

اس کے لیے ضروری ہے کہ علمائے مدارس، اپنے علاقہ کی دینی صورت حال کے بارے میں ہر وقت فکرمند اور باخبر رہیں۔ غلط رسوم و رواج اور بدعات کے خاتمہ کے لیے مسلسل محنت جاری رکھیں، مسلمانوں کو دینی تعلیم کی ترغیب دلاتے رہیں۔ ان کی شادی بیاہ اور اجتماعی تقریبات کو شرعی دائرہ میں لانے کی عملی کوشش کریں اور ایسی تقریبات میں شرکت سے اظہار بیزاری اور اجتناب کریں جن میں غیر شرعی رسم و رواج انجام دیے جائیں، یا منکرات مثلاً ویڈیو گرافی یا بے پردگی کا ارتکاب کیا جائے۔

معاشرہ کی اصلاح کا ایک اہم حصہ، مسلمانوں کے عقائد کی اصلاح ہے۔ اس پر خاص توجہ کی ضرورت ہے بالخصوص اس بات پر توجہ ضروری ہے کہ باطل فرقوں کی جانب سے مسلمانوں کے ہر طبقے پر محنت جاری ہے بہت ممکن ہے کہ پہلے صرف ناخواندہ اور سادہ لوح مسلمان اُن کا شکار ہوتے ہوں؛ لیکن موجودہ دور میں باطل افکار کی اتنی اور ایسی ایسی شکلیں سامنے آئی ہیں کہ تعلیم یافتہ ہوں یا ناخواندہ، ہر طبقے

کے مسلمان اُن کی زد میں آرہے ہیں، اس لیے اہل حق علماء کی ذمہ داری پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے، اس کے لیے اپنے علاقہ پر گہری نظر رکھیں اور کوشش کریں کہ پنپنے سے پہلے ہی فتنے کا سدباب ہوجائے، اپنے اساتذہ کو مختلف فرقوں کے رد کے لیے علمی طور پر تیار رکھیں، اور حسب ضرورت، حکمت کے ساتھ کام کریں۔

ایک خاص چیز جس پر ہم سب کی توجہ ازبس ضروری ہے، وہ نیت کی تصحیح کا اہتمام ہے۔ ہم چاہے طلبہ کی تعلیم وتربیت کا کام کریں یا مسلمانوں کے عقائد واعمال کی اصلاح کا، اُس میں ہماری نیت صرف خیرخواہی اور اخلاص پر مبنی ہونی چاہیے اور ساتھ ہی ہر کام کا حکیمانہ طریقہ ہی اختیار کرنا چاہیے، تبھی ہماری کوششوں کے اچھے اثرات برآمد ہوسکتے ہیں۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے مدارس میں تزکیہ واصلاح کا ماحول پیدا کرنا بھی بے حد ضروری ہے، جو ہمارے اکابر رحمہم اللہ کا طرّۂ امتیاز تھا اور جس نے ان کی تمام خدمات میں تاثیر ومقبولیت کا رنگ پیدا کردیا تھا۔

مدارس کا نظام

ذمہ دارانِ مدارس! مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر مدارس کے نظام سے متعلق بھی چند باتیں تذکرے میں آجائیں۔ اس بات کو ہم میں سے ہر شخص سمجھتا ہے کہ اوپر کی گذارشات میں مدارسِ اسلامیہ کے جن فرائض کی بات آئی ہے اُن کی تکمیل اسی وقت ممکن ہے جب مدارس کا نظام درست ہو اور انتظامی خدمت کے ایک ذمہ دار کی حیثیت سے بندے کو یہ عرض کرنے کی اجازت دی جائے کہ نظام کی درستگی ہم سب کی توجہ کی سب سے زیادہ مستحق ہے۔

اس سلسلے میں چند امور پیش خدمت ہیں:

(۱) مدارس میں شورائی نظام کو پوری دیانت داری کے ساتھ نافذ کیا جائے۔
(۲) اساتذہ وملازمین کی تنخواہوں کا معیار مناسب رکھا جائے جس سے کم از کم درمیانی انداز میں کارکنان کی ضرورتیں پوری ہوسکیں۔
(۳) ذمہ دارانِ مدارس اپنے عملہ کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھیں، ان کی عزتِ نفس کا لحاظ رکھیں اور اخلاقی تقاضوں کو نظر انداز نہ کریں۔
(۴) مدارس کا حساب بالکل شفاف رکھا جائے اور آڈٹ کرانے کا اہتمام کیا جائے۔
(۵) مدارس کے رجسٹریشن اور جائدادوں کے کاغذات کی تکمیل ضابطے کے مطابق پوری ذمہ داری کے ساتھ کرالی جائے۔
(۶) باصلاحیت اور محنتی اساتذہ وکارکنان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

علمائے عالی مقام! اپنے فرائض کی تکمیل میں دو تین کام اور توجہ کے مستحق ہیں:

(۱) مکاتب کا قیام! ہر مدرسہ اپنے دائرۂ کار میں ضرورت کے مقامات پر مکتب کا نظم کرے۔
(۲) حسب ضرورت اپنے اساتذہ اور مقامی علماء وائمہ مساجد کو ضروری موضوعات، خصوصاً فرقِ باطلہ کے تعاقب کی تربیت دینے کے لیے پروگرام یا تربیتی کیمپ کا اہتمام کیا جائے۔
(۳) نئے مدرسین کی تدریسی تربیت پر بھی توجہ دی جائے، نوآموز اساتذہ کا تقرر ہو تو قدیم اور باصلاحیت اساتذہ کے زیرنگرانی اُن کی تربیت کی جائے۔

موجودہ حالات

قائدینِ ملت! چند گذارشات موجودہ حالات کی روشنی میں پیش خدمت ہیں، جن میں سب سے اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ موجودہ عالمی یا ملکی حالات کے

نتیجے میں کسی قسم کی منفی سوچ یا مایوسی کا شکار ہونے سے پرہیز کیا جائے اور مسلمانوں کو بھی مثبت اندازِ فکر کی تلقین کی جائے، برادرانِ وطن کے ساتھ رواداری اور پُرامن بقائے باہم کے اصول پر عمل کیا جائے، مدرسہ کی مصلحت کو ملحوظ رکھتے ہوئے غیر مسلم بھائیوں کو کسی مناسب پروگرام وغیرہ میں مدعو کر کے مدارس سے براہ راست واقفیت کا موقع فراہم کیا جائے، مسلمانوں کو دوسروں کے ساتھ حسن سلوک اور اسلامی اخلاق کا معاملہ کرنے کی تلقین کی جائے، واردین وصادرین پر نظر رکھی جائے، کسی مشتبہ شخص کو مدرسہ میں آمد ورفت اور قیام کی اجازت نہ دی جائے۔

رابطۂ مدارس

آخر میں یہ گزارش ہے کہ رابطۂ مدارس اسلامیہ عربیہ کا یہ نظام جو حضرات اکابر کی توجہ کی برکت سے قائم ہوا تھا اس کو دستور العمل کے مطابق مستحکم کرنے میں ہم سب اپنا کردار ادا کریں، بالخصوص تعلیم وتربیت کے حوالے سے پیش کی جانے والی تجاویز اور مشوروں پر عمل درآمد کا خاص اہتمام کیا جائے۔ خصوصاً اس لیے بھی کہ رابطۂ مدارس کے اس نظام کا مقصد کوئی مادی تعاون نہیں ہے؛ بلکہ تعلیمی وانتظامی تعاون ورابطہ ہی اس کا مقصد ہے تاکہ مدارسِ اسلامیہ جو ملت کا سب سے قیمتی سرمایہ ہیں، اپنے مقاصدِ قیام کی تکمیل میں پہلے سے زیادہ سرگرم ہو کر عنداللہ وعندالناس سرخرو ہو سکیں۔ اس سے متعلق ایک ضروری گزارش یہ بھی ہے کہ رابطہ کی جانب سے دی جانے والی سند ارتباط ایک امانت کی حیثیت رکھتی ہے اس کی حفاظت فرمائیں تاکہ جس مدرسہ کو سند دی گئی ہے اسی کے لیے اُس کا استعمال ہو اور کسی کو غلط استعمال کا موقع نہ مل سکے۔

یہاں یہ ذکر کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا معروضات میں جن موضوعات پر توجہ دلائی گئی ہے، اُن سے متعلق دو رسالے بھی آپ حضرات کی خدمت

میں پیش کیے جارہے ہیں: ایک کا نام ہے ''اسلامی رواداری، قرآن وحدیث اور تاریخی شواہد کی روشنی میں'' اس میں اسلامی اخلاق ورواداری بالخصوص غیر مسلموں کے ساتھ کیا طرزِ عمل ہونا چاہیے، اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ دوسرا رسالہ ہے ''مدارس اسلامیہ: حقیقی کردار اور نصب العین کا تحفظ، تجاویز اور مشورے'' اس میں رابطۂ مدارس اسلامیہ کے گذشتہ بیس سالہ اجتماعات کی تجاویز کا خلاصہ آگیا ہے اور مدارس کے لیے تمام ضروری معاملات پر مناسب مشورے یک جا ہوگئے ہیں۔ یہ دونوں رسالے رابطۂ مدارس اسلامیہ عربیہ کے ناظم عمومی جناب مولانا شوکت علی صاحب قاسمی بستوی استاذ دارالعلوم دیوبند نے مرتب کیے ہیں، آپ حضرات اُن کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔

گرامی قدر مہمانانِ کرام! آخر میں سمع خراشی کی معذرت چاہتے ہوئے درخواست گذار ہوں کہ ان معروضات پر بھرپور توجہ فرما کر شکر گذار فرمائیں اور یہاں تشریف آوری میں یا دورانِ قیام کوئی زحمت ہوئی ہو یا ضیافت میں کوتاہی سامنے آئی ہو تو خدارا معاف فرمائیں۔

ایک بار پھر دارالعلوم دیوبند اور اس کے تمام خدام کی جانب سے آپ حضرات کی خدمت میں ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوں۔

اللہ رب العزت اس اجلاس کو ہم سب کے لیے، تمام مدارس اور پوری ملت اسلامیہ کے لیے ذریعہ خیر وبرکت بنائے، آمین! والسلام

ابوالقاسم نعمانی غفرلہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند
وصدر رابطۂ مدارس اسلامیہ عربیہ

خطبۂ صدارت

کل ہند اجلاس مجلس عمومی رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ
دارالعلوم دیوبند

منعقدہ: ۲۳؍ جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۲؍ مارچ ۲۰۱۸ بروز منگل

از

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم
مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند و صدر رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ

شائع کردہ

مرکزی دفتر رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العٰلمین، والصلاۃ والسلام علیٰ سید الأنبیاء والمرسلین، وعلیٰ آلہ وأصحابہ أجمعین· أما بعد!

اللہ رب العزت کا شکر ہے کہ اس نے ہم سب کو امت مسلمہ کی متاع دین ودانش کی پاسبانی کا فریضہ انجام دینے والے مدارس اسلامیہ کی خدمت سے وابستہ فرمایا اور ان کے مسائل پر غور وفکر کے لیے، سرمایۂ ملت کے نگہبان ادارہ دارالعلوم دیوبند میں جمع ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ کرے ہمارا یہ اجتماع، مدارس اسلامیہ میں نئی روح پھونکنے اور ان کو اپنے مقاصدِ قیام میں ماضی کی طرح؛ بلکہ اس سے بڑھ کر سرگرم عمل ہونے پر آمادہ کرنے والا ثابت ہو، آمین! بندہ دارالعلوم دیوبند کے خادم کی حیثیت سے آپ سبھی کا خیر مقدم کرتا ہے اور پوری عظمت واحترام کے ساتھ خوش آمدید کہتا ہے اور آپ سے عاجزانہ درخواست کرتا ہے کہ اگر آپ کے حقوق ضیافت کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی ہوجائے، تو ازراہ کرم معاف فرما کر شکر گذار فرمائیں۔

علماءِ عالی وقار! رابطۂ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند کی مجلس عمومی کا یہ اجلاس اپنے معمول اور طے شدہ نظام کے مطابق منعقد ہورہا ہے۔ اس سے پہلے ۳/جمادی الثانیہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۴/مارچ ۲۰۱۵ء بروز منگل، مجلس عمومی کا اجلاس منعقد ہوا تھا اور اس وقت بھی حسب معمول مدارس کے نظام کی بہتری کے لیے بہت سی گذارشات پیش کی گئی تھیں؛ لیکن اُس اجلاس کے بعد سے ملک کے حالات بہت بدل گئے ہیں، ۲۰۱۴ء میں جس مخصوص فکر کا حامل طبقہ ملک میں برسر اقتدار آیا تھا اس کے منفی عزائم تو پہلے بھی راز نہیں تھے؛ لیکن اب اپنے ان عزائم کی تکمیل یا منصوبوں

میں رنگ بھرنے کی اُس طبقہ کی خواہش قدم قدم پر جھلک رہی ہے اور یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ طبقہ اپنے راستہ کی سب سے بڑی رکاوٹ، اسلامی مدارس کو سمجھتا ہے، جو درحقیقت اس ملک کے سیکولر کردار کی طاقت وعلامت ہیں اور ملک کے ساتھ مسلمانوں کی بے داغ وفاداری میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں؛ لیکن چوں کہ اس کردار کے ساتھ ساتھ مدارس اسلامیہ، مسلمانوں کے دین وایمان کے تحفظ اور اسلام سے اُن کی وابستگی کے بھی ضامن ہیں، اس لیے فرقہ پرست طاقتوں کو وہ ایک آنکھ نہیں بھاتے اور وہ بھی عالمی طاقتوں کی لَے میں اپنی لَے ملا کر مدارس کے خلاف منفی پروپیگنڈہ اور مہم چلانے میں پوری شدت کے ساتھ سرگرم ہیں اور موجودہ وقت میں چوں کہ اس ذہن کو اقتدار کی طاقت حاصل ہے اس لیے مدارس پر عرصۂ حیات تنگ کرنے کی کوششوں میں تیزی آ گئی ہے۔

ان حالات میں ضروری ہے کہ مدارس اسلامیہ، گہرائی سے حالات کا جائزہ لے کر اپنا لائحہ عمل مرتب کریں اور اپنے تحفظ واصلاح کے لیے کچھ انقلابی قدم اٹھائیں۔ انقلابی قدم سے مراد مدارس کے اندر کچھ نئی چیزیں پیدا کرنا نہیں ہے؛ بلکہ شاید اس وقت کا سب سے بڑا انقلابی قدم یہ ہوگا کہ مدارس اسلامیہ، ماضی سے زیادہ، اپنے اکابر کے نہج اور طریقۂ کار پر کاربند ہو جائیں۔

حضرات گرامی! مدارس اسلامیہ کو صحیح نہج پر کاربند رکھنے اور جادۂ مستقیم پر استوار کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم خدام مدارس کے ذہن میں قیام مدارس کے مقاصد واضح طور پر مستحضر ہوں، اس کے لیے اگر ہم دارالعلوم دیوبند کے قدیم دستور اساسی میں بیان کردہ مقاصد کو ایک بار پھر دہرالیں، تو مناسب ہوگا۔ دستور میں دارالعلوم دیوبند (اور بالفاظ دیگر تمام ہی مدارس اسلامیہ) کے مقاصد کو ترتیب وار اس

طرح بیان کیا گیا ہے:

(۱) قرآن مجید، تفسیر، حدیث، عقائد وکلام اور ان علوم سے متعلقہ ضروری اور مفید فنون آلیہ کی تعلیم دینا اور مسلمانوں کو مکمل طور پر اسلامی معلومات بہم پہنچانا، رشد وہدایت اور تبلیغ کے ذریعہ اسلام کی خدمت انجام دینا۔

(۲) اعمال واخلاق اسلامیہ کی تربیت اور طلبہ کی زندگی میں اسلامی روح پیدا کرنا۔

(۳) اسلام کی تبلیغ واشاعت اور دین کا تحفظ ودفاع اور اشاعت اسلام کی خدمت بذریعہ تقریر وتحریر بجالانا اور مسلمانوں میں تعلیم وتبلیغ کے ذریعہ خیر القرون اور سلف صالحین جیسے اخلاق واعمال اور جذبات پیدا کرنا۔

(۴) حکومت کے اثرات سے اجتناب واحتراز اور علم وفکر کی آزادی کو برقرار رکھنا۔

(۵) علوم دینیہ کی اشاعت کے لیے مختلف مقامات پر مدارس عربیہ قائم کرنا اور اُن کا دارالعلوم سے الحاق کرنا۔

ان مقاصد عالیہ کو سامنے رکھ کر مدارس کے مخلص ودوراندیش بانیان وذمہ داران نے جس طرح اور جس پیمانہ کی خدمات انجام دیں، وہ اس امت کی تاریخ کا ایک تابناک باب ہے۔ غور فرمائیں کہ ایک ایسے خطے میں جہاں سے آٹھ سو سالہ مسلم حکومت کا خاتمہ ہو گیا تھا، دارالعلوم دیوبند اور اس کے ساتھ دیگر مدارس نے اس انداز سے کام کیا کہ اس خطے میں نہ صرف امت مسلمہ اپنا وجود باقی رکھنے میں کامیاب رہی؛ بلکہ اکابر دیوبند کی خدمات نے دینی ومذہبی اعتبار سے اس کو مرکزی حیثیت دے دی اور گذشتہ ڈیڑھ سو سال میں، عالم اسلام کے دگرگوں حالات کے باوصف، برصغیر کے مسلمان دینی اعتبار سے قابل رشک حالت میں رہے اور پھر یورپ، امریکہ وافریقہ کے دور دراز علاقوں میں جہاں جہاں اسلام اور علوم اسلامیہ کی روشنی پہنچی، اس میں

مرکزی اور بنیادی کردار انہی اکابر کے خوشہ چینوں اور انہی مدارس کے براہ راست یا بالواسطہ فرزندوں کا رہا۔

مذکورہ دینی وعلمی خدمات کے پہلو بہ پہلو ان مدارس اور ان کے بوریا نشین علماء نے وطن عزیز کے لیے بھی بے مثال قربانیاں پیش کیں اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی جو فکر، حضرت سید احمد شہیدؒ کی قیادت میں عملی شکل میں ظاہر ہوئی تھی وہی حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے واسطے سے، فرزندان دیوبند کو میراث میں ملی، جس کے سب سے بڑے امین، امام حریت حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ قرار پائے اور پھر اُن کے تلامذہ مولانا عبیداللہ سندھیؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ وغیرہ کی قربانیوں کی شکل میں وہی روح پوری جماعت دیوبند میں کارفرما رہی، جس کی وجہ سے تمام مدارس اور اُن کے علماء وطلباء نے آزادیٔ وطن کی تحریک میں اپنے خون سے رنگ بھرا اور وطن کے چپے چپے میں اپنے نقوش ثبت کیے۔

حضراتِ گرامی! اگر اکابر دیوبند کی خدمات اور فکر کو لفظوں میں تعبیر کرنا ہو، تو کہا جاسکتا ہے کہ علومِ کتاب وسنت کی حفاظت واشاعت، **ما أنا عليه و أصحابي** کے منہجِ مستقیم پر استقامت اور اسی کی روشنی میں دین کی معتدل تعبیر، باطل افکار وعقائد کی تردید، معاشرے کی اصلاح، اور مظلوم کی حمایت اور آزادیٔ وطن کی حفاظت، یہ دارالعلوم دیوبند اور اس کے منہاج پر قائم مدارس اسلامیہ کے مقاصد ہیں اور اُن کی خدمات اور سرگرمیاں اسی محور کے گرد گھومتی ہیں۔

ان بلند پایہ مقاصد کی تکمیل کے لیے حضرات اکابر رحمہم اللہ نے جو نصاب تعلیم

تجویز فرمایا اور جس نہج پر مدارس کو چلایا اس نے اپنی بھرپور افادیت ثابت کر کے ایک تاریخ مرتب کر دی ہے، اگرچہ وقت اور حالات کے تحت یہ نصابِ تعلیم جزوی ترمیمات سے گذرتا رہا ہے؛ لیکن مرکزی ڈھانچہ اور بنیادی روح وہی برقرار ہے اور اسی پر قائم رہنا ان مدارس کی کارکردگی باقی رکھنے کے لیے ضروری ہے۔

لیکن نصابِ تعلیم کے ساتھ زیادہ اہم مسئلہ نظامِ تعلیم اور نظامِ تربیت کا ہے، جس پر بہت زیادہ فکرمندی کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ اس حقیقت سے انکار ہرگز ممکن نہیں ہے کہ مدارس کی کارگذاری، ماضی کے مقابلے کمزور ہوئی ہے اور ان میں افراد سازی کی وہ گرم بازاری نہیں رہی ہے، جو کبھی ان مدارس کا طُرۂ امتیاز ہوا کرتی تھی۔ اس وقت مدارس میں طلبہ کی تعداد تو بہت زیادہ ہے؛ لیکن ان سے فارغ ہو کر نکلنے والے فضلاء میں عام طور پر علم وفن کی وہ پختگی اور فکر کی وہ گہرائی نہیں ہے، جو وقت کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ناگزیر ہے، اسی طرح اُن میں اخلاق وکردار کی وہ پختہ کاری بھی نہیں ہے، جس کے بغیر دینی خدمت کے میدان میں کسی شخص کی اہلیت یا اُس کے کاموں میں تاثیر وجود ہی میں نہیں آتی۔

اس کمزوری کے بہت سے اسباب بھی ہیں، جن میں سے بعض کا تعلق زمانے کی تبدیلی اور ماحول کے بدل جانے سے ہے، کہ اس وقت موبائل اور انٹرنیٹ نے بچوں میں بگاڑ کے امکانات کو بہت بڑھا دیا ہے اور گھروں کے ماحول میں بھی ایسی آزادی اور دینی پہلو سے کمزوری عام ہوئی ہے کہ وہاں سے آنے والے بچوں کی اصلاح و تربیت بہت زیادہ بیداری اور فکرمندی کی متقاضی ہے۔ دوسری طرف ہم منتظمین مدارس سے تعلق رکھنے والے اسباب بھی ہیں، کہ ہم میں سے ایک طبقہ مدارس کے مقاصد اور اکابر واسلاف کے منہج ومزاج سے بڑی حد تک غافل یا اس کے بارے میں

ضروری فکرمندی سے محروم ہے، مدارس کی تاسیس کے محرکات کا بھی اس میں دخل ہے اور مدارس چلانے میں اپنے بڑوں سے بے نیازی اور دوری بھی اس کے عوامل میں سے ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ طلباء کی تربیت کا باب عام طور پر مطلوبہ توجہ سے محروم ہے۔

رہنمایانِ ملت! ان داخلی مسائل کے ساتھ موجودہ حالات میں مدارس کے تحفظ کا مسئلہ بھی حد درجہ اہمیت کا حامل ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ مدارس ہی ملت اسلامیہ کی دینی ضرورت پوری کرتے ہیں اور اس کے دین وایمان پر بقاء کے ضامن ہیں اور اُن کا یہی کردار، دشمنوں کو کھٹکتا ہے، اسی لیے ہمیں ان مدارس کے تحفظ پر بھی غور کرنا ہے اور انتظامی، قانونی، سیاسی اور سماجی تمام پہلوؤں سے اس سلسلے میں متحدہ اور بھرپور کوششیں کرنا ہے۔

تحفظ ہی سے متعلق یہ مسئلہ بھی ہے کہ مدارس کی انتظامی وفکری آزادی کی بقاء کے لیے بیدار وفکرمند رہا جائے، آپ حضرات کو یہ بات سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے، کہ ان مدارس کا حقیقی وجود اسی وقت تک ہے جب تک ان کی فکری اور انتظامی آزادی برقرار ہے، اس میں فکری آزادی اصل مقصود ہے؛ لیکن وہ انتظامی آزادی کے بغیر باقی نہیں رہ سکتی، اس لیے انتظامی آزادی کا تحفظ پہلی ذمہ داری ہے۔ اسی لیے حضرات اکابر رحمہم اللہ نے حکومتی امداد سے مکمل احتراز فرمایا اور اس کی تاکید فرمائی ہے۔ اس سلسلے میں شروع ہی سے ہمارے اکابر فکرمند رہے ہیں، آپ حضرات دارالعلوم دیوبند کے لیے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کے تحریر فرمودہ اصول ہشت گانہ سے واقف ہیں، ان میں سے تین اصول اسی سے متعلق ہیں، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے اکابر، مدارس کی فکری وانتظامی آزادی کے لیے کس درجہ فکرمند تھے، ملاحظہ فرمائیں:

(۱) اس مدرسہ میں جب تک آمدنی کی کوئی سبیل یقینی نہیں، جب تک یہ مدرسہ ان شاء اللہ بشرط توجہ الی اللہ چلے گا اور اگر کوئی آمدنی ایسی یقینی حاصل ہوگئی، جیسے جاگیر یا کارخانۂ تجارت یا کسی امیر محکم القول کا وعدہ، تو پھر یوں نظر آتا ہے کہ یہ خوف ورجاء جو سرمایۂ رجوع الی اللہ ہے، ہاتھ سے جاتا رہے گا اور امداد غیبی موقوف ہوجائے گی اور کارکنوں میں باہم نزاع پیدا ہوجائے گا، القصہ، آمدنی اور تعمیر وغیرہ میں ایک نوع کی بے سروسامانی رہے۔

(۲) سرکار کی شرکت اور امراء کی شرکت بھی زیادہ مضر معلوم ہوتی ہے۔

(۳) تا مقدور ایسے لوگوں کا چندہ موجب برکت معلوم ہوتا ہے جن کو اپنے چندہ سے امید ناموری نہ ہو، بالجملہ حسن نیت اہل چندہ زیادہ پائیداری کا سامان معلوم ہوتا ہے۔

حضرات اکابر کی اس فکر کے پیش نظر دارالعلوم دیوبند نے مرکزی مدرسہ بورڈ کی مخالفت کی تھی اور حال ہی میں حکومت کے امداد یافتہ مدارس کے ساتھ پیش آنے والے واقعات نے تو ان تمام اندیشوں کی تصدیق کردی ہے جو اس سلسلے میں ظاہر کیے جاتے رہے ہیں۔

مدارسِ اسلامیہ کے پاسباں! مدارس اسلامیہ چوں کہ ملت اسلامیہ کی تمام دینی ضرورتوں کے ذمہ دار ہیں؛ اس لیے اُن کی فکرمندی کا موضوع بعض دیگر امور بھی ہیں، مثلاً تحفظ شریعت اور تحفظ ختم نبوت کے لیے کوشش کرنا۔ تحفظ شریعت سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنے تمام معاملات میں شریعت اسلامیہ کا پابند رکھنا اور ہر حال میں شریعت ہی کو اپنے مسائل کے حل کے لیے واحد ذریعہ سمجھنے پر آمادہ کرنا، گویا **رَضِیْتُ باللّٰہ ربًّا وبالإسلام دینًا وَ بِمُحَمّدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم) رَسُولًا** کی کیفیت پیدا کرنا؛ اس لیے کہ اِس وقت، مسلمانوں کو بالخصوص عائلی مسائل میں شریعت کے احکام

سے دور کرنے کی ناروا کوششیں خود حکومت کی جانب سے جاری ہیں، تو ہمیں مسلمانوں میں دینی روح بیدار کرنے کی فکر کرنی چاہیے کہ وہ ہر حال میں شریعت کے جادۂ مستقیم پر استوار رہنے کو ہی سعادت سمجھیں۔

اسی طرح مختلف عنوانات سے ختم نبوت کے قلعہ میں نقب زنی کی کوششیں آج بھی جاری ہیں، قادیانیت کے ساتھ ساتھ شکیلیت کا نیا فتنہ زور پکڑ رہا ہے، نیز الحاد وتشکیک کی دیگر تحریکات بھی ہیں، ان سب کے مقابلہ کی فکر کرنا بھی مدارس ہی کی ذمہ داری ہے۔

ذمہ دارانِ مدارس! ایک اہم پہلو جو آپ حضرات کی اولین توجہ کا مستحق ہے وہ مدارس کے داخلی نظام کو بہتر بنانا ہے۔ اس وقت جو عمومی صورت حال ہے اس میں مدارس کا انتظامی ڈھانچہ مختلف کمزوریوں کا شکار ہے۔ اکثر مدارس میں شورائی نظام مفقود ہے، جس کی وجہ سے وہ شخصی رائے پر چل رہے ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ طلبہ اور اساتذہ وملازمین مختلف بے اعتدالیوں کا شکار ہوتے ہیں، کبھی اس کے برعکس منتظمین کو مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اسی طرح مالی معاملات میں شکایات کا مسئلہ پیش آتا ہے۔ مجموعی صورت حال یہ ہے کہ مدارس میں عمومی طور پر کوئی ضابطۂ اخلاق نہیں ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ شورائی نظام کو مستحکم کرنے کے ساتھ ساتھ، طلبہ، اساتذہ اور منتظمین سب کے لیے ضوابط اخلاق طے کیے جائیں اور سب کو ان کا پابند بنایا جائے۔

رابطۂ مدارس اسلامیہ عربیہ کی مجلس عاملہ نے مربوط مدارس کے لیے ایک ضابطۂ اخلاق طے کیا ہے، جس میں داخلی نظام، نظامِ تعلیم وتربیت اور اساتذہ، ملازمین اور طلبہ کے سلسلہ میں مفید ہدایات اور مشورے شامل ہیں، ان امور پر خصوصی توجہ مبذول فرمائیں اور اپنے اپنے مدارس میں ضابطۂ اخلاق کے نفاذ کی جدوجہد جاری رکھیں۔

نیز مدارس اسلامیہ کے حساب کتاب میں شفافیت پیش نظر رہے اور اسے آڈٹ

کرانے کا بھی اہتمام رکھا جائے۔

رابطہ مدارس اسلامیہ کی مجلس عاملہ نے اپنے اجلاس میں یہ تجویز منظور کی ہے کہ ''مربوط مدارس میں طلبہ کے جدید داخلہ کی کارروائی پورے احتیاط سے عمل میں لائی جائے۔ داخل ہونے والے طلبہ کے نام، ولدیت، پتہ اور تاریخ پیدائش وغیرہ کا مکمل ریکارڈ رکھا جائے''۔ امید کہ اس تجویز کے مطابق داخلے کی کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔

ارکانِ گرامی رابطہ مدارس اسلامیہ! یہ اجلاس چوں کہ رابطہ مدارس اسلامیہ دارالعلوم دیوبند کی مجلس عمومی کا اجلاس ہے، اس لیے اس کا ایک اہم موضوع رابطہ مدارس کے استحکام پر غور وفکر بھی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر رابطہ کے اغراض ومقاصد کو مستحضر کرلیا جائے، رابطۂ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند کے اغراض ومقاصد، اس کے دستور میں اس طرح بیان کیے گئے ہیں:

(الف) مدارس اسلامیہ عربیہ کے نظام تعلیم وتربیت کو بہتر بنانا۔

(ب) مدارس اسلامیہ عربیہ کے درمیان ہم آہنگی کو فروغ دینا اور روابط کو مستحکم کرنا۔

(ج) مدارس اسلامیہ عربیہ کی بقاء وترقی کے لیے صحیح اور مؤثر ذرائع اختیار کرنا۔

(د) ان علاقوں میں مدارس اور مکاتب کے قیام کی جدوجہد کرنا جہاں مرکز ضرورت محسوس کرے۔

(ھ) بوقت ضرورت نصابِ تعلیم میں کسی جزوی ترمیم وتسہیل پر غور کرنا۔

(و) نصاب تعلیم میں شامل نایاب وکم یاب کتابوں کا نظم کرنا۔

(ز) اسلامی تعلیم اور اس کے مراکز کے خلاف کی جانے والی کوششوں اور سازشوں پر نظر رکھنا۔

(ح) مسلم معاشرے کی اصلاح اور شعائر اسلام کی حفاظت کرنا۔

اس وقت ایک گذارش تو یہی ہے کہ ان اغراض ومقاصد کی تکمیل آپ حضرات کی فعالیت پر موقوف ہے، اس لیے پہلے سے زیادہ ان مقاصد کے لیے سرگرم ہوجانا چاہیے، خاص طور پر صوبائی شاخوں کو فعال بنانا حد درجہ ضروری ہے، اس میں شک نہیں کہ چند صوبائی شاخیں شروع سے ہی پوری مستعدی کے ساتھ سرگرم عمل ہیں، بعض دیگر صوبے بھی پچھلے سالوں میں فعال وسرگرم ہوئے ہیں اور اس کے اچھے نتائج سامنے آرہے ہیں؛ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ کچھ صوبائی شاخوں کی کارکردگی ابھی تک امید افزا نہیں ہے۔ اس پر توجہ کی ضرورت ہے، اس کے علاوہ اور بھی بہت سے امور ہیں جو رابطۂ مدارس اسلامیہ کے ناظم عمومی جناب مولانا شوکت علی صاحب قاسمی بستوی، استاذ دارالعلوم دیوبند کی سیکریٹری رپورٹ میں آپ کے سامنے آجائیں گے۔ آپ سے گذارش ہے کہ ان تمام معاملات پر ذمہ دارانہ توجہ فرمائیں۔

اکابر واسلاف کے جانشین! ان حالات میں جب کہ باطل طاقتیں اپنے تمام وسائل وذرائع کے ساتھ اللہ والوں کی ہر متاعِ دین ودانش پر حملہ آور ہیں اور ملت انتشار کا شکار ہے، ہم سب کو ایک اور چیز پر بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے اور وہ ہے مکمل انابت کے ساتھ رجوع الی اللہ اور دعاؤں کا اہتمام، کہ اس کے بغیر ہماری تمام مساعی بے روح ہیں۔ اس چیز کا اہتمام خود بھی کیا جائے اور عام مسلمانوں کو بھی توبہ واستغفار، صحبت صالحین اور رجوع الی اللہ کے اہتمام پر متوجہ کیا جائے۔ ذاتی طور پر ہم میں سے ہر شخص اپنی باطنی اصلاح کو ہر کام سے مقدم سمجھے اور اس کے لیے محنت کرے، اپنی زندگی کو سنت کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرے۔ یقیناً اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوگی اور ہماری تمام محنتیں مفید وبارآور ہوں گی۔

آخر میں نہایت عاجزی کے ساتھ آپ سے ایک بار پھر، ضیافت کی کوتاہی پر

معذرت خواہ ہوں اور تشریف آوری پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اللہ رب العزت اس اجلاس کو دار العلوم دیوبند، تمام مدارس اسلامیہ؛ تمام تحریکات دینیہ اور پوری امت مسلمہ کے لیے مثمرِ خیرات و برکات بنائے، آمین!

والسلام

ابوالقاسم نعمانی غفرلہٗ

مہتمم دار العلوم دیوبند

وصدر رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ



افتتاحیہ:

نمائندہ اجلاس مدارس اسلامیہ اتر پردیش

منعقدہ: ۲۰؍صفر ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۸؍ستمبر ۲۰۲۲ء بروز یک شنبہ

بمقام جامع رشید دارالعلوم دیوبند

از:

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب

مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

وصدر رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ

زیر اہتمام:

رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ و کفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ أما بعد:

اللہ رب العزت کا بے پایاں احسان وکرم ہے کہ اُس نے ہمیں اپنے دین متین سے وابستہ کیا اور مدارسِ اسلامیہ کی خدمت کا اعزاز بخشا، اور اس وقت مدارس کے معاملات پر غور وفکر کے لیے جمع ہونے کی توفیق دی، اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو نافع اور مثمر خیرات وبرکات بنائے۔ آمین

مہمانانِ محترم! اس موقع پر میں دارالعلوم دیوبند کی جانب سے آپ حضرات کا استقبال کرتا ہوں اور زحمتِ سفر برداشت کرنے پر شکریہ ادا کرتے ہوئے حق ضیافت کی ادائیگی میں تقصیر پر معذرت خواہ ہوں۔

حضرات گرامی! آج آپ حضرات کو دارالعلوم دیوبند نے جو زحمت دی ہے، اُس کا مقصد، کوئی نیا اقدام یا ہنگامی فیصلہ کرنا نہیں ہے، بلکہ یہ رابطۂ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند کے اغراض ومقاصد کے مطابق مدارس کو پیش آمدہ مسائل پر اجتماعی غور وفکر کے تسلسل کی ایک کڑی ہے، جس کے لیے دارالعلوم دیوبند، رابطہ کے ارکان گرامی کو دعوت دیتا رہتا ہے، اس وقت مدارس کے سروے یا جائزے کا جو عمل، حکومت کی جانب سے شروع ہوا، اس کی وجہ سے قدرے عجلت کے ساتھ آپ حضرات کو زحمت دے دی گئی، تاکہ اس معاملہ میں بھی حالات کے تحت باہمی مشورہ کا عمل انجام پاسکے۔

گرامی قدر ذمہ دارانِ مدارس! یہ بات آپ حضرات کے علم میں ہے کہ جائزے کا یہ عمل ۱۰ ستمبر سے شروع ہو چکا ہے، اور متعدد چھوٹے بڑے مدارس میں

اس کی تکمیل ہوگئی ہے، اب تک کے تجربے سے جو بات سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ حکومت، غیر امداد یافتہ یا غیر ملحقہ مدارس کی تفصیلات جمع کرنا چاہتی ہے، جس کے لیے بارہ سوالات پر مشتمل ایک فارم پُر کرایا جارہا ہے، اوراس مقصد کے لیے آنے والا سرکاری عملہ، کچھ چیزیں زبانی معلوم کرکے یا معائنہ کرکے اطمینان حاصل کرتا ہے، ظاہر ہے کہ اس حدتک یہ کوئی قابلِ اعتراض کارروائی نہیں ہے، اسی لیے دارالعلوم اور تمام ذمہ دار تنظیموں اوراداروں کی طرف سے یہ اپیل کی گئی ہے کہ مدارس، اس عمل سے کسی خوف میں مبتلا نہ ہوں، بلکہ پورے اعتماد کے ساتھ اس کارروائی کی تکمیل کرائیں۔

ویسے بھی مدارس اسلامیہ کا، ہندوستان کی تاریخ میں جو روشن کردار ہے وہ کسی پر مخفی نہیں ہے، آزادی کی تحریک میں مدارس کا قائدانہ کردار، عالم آشکارا ہے، اور آزادی کے بعد بھی ملک میں امن ومحبت اور بھائی چارہ عام کرنے اور دہشت گردی وفرقہ پرستی کا مقابلہ کرنے میں مدارس نے نہایت شاندار خدمات انجام دی ہیں، جن کا اعتراف مختلف مواقع پر حکومتی ذمہ داران اور وزراء کی جانب سے کیا گیا ہے۔

مہمانانِ محترم! اپنے تاریخی اور روشن کردار کے ساتھ ساتھ مدارس اسلامیہ نے وقت کے تقاضوں کی تکمیل میں بھی بھرپور حصہ لیا ہے، اور ہر موقع پر امن وقانون کی پاسداری کا فریضہ نبھایا ہے، اس لیے مدارس کو کسی خوف یا مایوسی کا شکار ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

البتہ یہ ضروری ہے کہ مدارس، اپنی ذمہ دارانہ حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے تمام انتظامات کو درست رکھیں، خاص طور سے تین چیزوں پر توجہ دی جائے۔

ایک تو مالیاتی نظام کی شفافیت، جس کے لیے آمد وصرف کے تمام حسابات کا ریکارڈ رکھنا اوران کو آڈٹ کرا کر آڈیٹر کی رپورٹ محفوظ رکھنا ضروری ہے، اس معاملہ

میں شرعی اور قانونی ذمہ داریوں سے سبھی اہل مدارس بخوبی واقف ہیں، ضرورت اس کی ہے کہ ان پر پوری فرض شناسی کے ساتھ عمل کیا جائے۔

دوسری چیز، مدرسہ کے جائدادوں سے متعلق قانونی تقاضوں کی تکمیل ہے، اس سلسلے میں متعدد رہنما تحریریں سامنے آچکی ہیں، ان کی روشنی میں تمام ضروری کارروائیاں عمل میں لائی جائیں۔

تیسری چیز، مدارس کے داخلی نظام کی عمدگی ہے، جس میں خاص طور سے طلبہ کی تمام ضروریات کی بہتر طریقہ پر تکمیل سرفہرست ہے، رہائش گاہوں اور درس گاہوں کے علاوہ مطبخ اور دیگر ضروریات سے متعلق، عمارت کی تعداد اور وسعت، ضابطوں کے مطابق ہونا ضروری ہے، صفائی کا اہتمام اور صحت افزا ماحول کی فراہمی بھی لازم ہے۔ غرض یہ کہ اس پہلو سے بھی قانونی ضوابط کی تکمیل کا اہتمام کیا جائے۔

اللہ کا شکر ہے کہ مدارس اپنی وسعت کے مطابق انتظامات کو بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہیں، بس یہ ہے کہ اب تک جن چیزوں میں کوئی کوتاہی ہو رہی ہو اس کا ازالہ کرلیا جائے تاکہ مستقبل میں کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

آخر میں ایک ضروری گذارش یہ ہے کہ آپ حضرات سے زیادہ اس حقیقت سے کوئی واقف نہیں ہوسکتا کہ تمام اسباب کے ساتھ خالق کائنات کی طرف رجوع کامیابی کی شرط اور مسائل کے حل کی بنیاد ہے، اس لیے پہلے سے زیادہ رجوع الی اللہ کا بھی اہتمام کیا جائے۔

اللہ رب العزت اپنے فضل سے ہم سب کی مدد فرمائے اور مدارس کے ساتھ، امت مسلمہ کے ہر سرمائے کی حفاظت فرمائے، اور اس اجتماع کو بارآور فرمائے۔ آمین

وأٰخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العٰلمین

خطبۂ صدارت

کل ہند اجلاس مجلس عمومی رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ
دارالعلوم دیوبند

منعقدہ: ۳؍ربیع الثانی ۱۴۴۴ھ مطابق ۳۰؍اکتوبر ۲۰۲۲ بروز یک شنبہ

از

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم
مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند و صدر رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ

شائع کردہ

مرکزی دفتر رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدُ للّٰہ ربِّ العالَمین والصلاۃُ والسلام علی سَیِّد الأنبیاءِ والمُرسَلِینَ وعلی آلہ وصَحْبہ أجمعینَ وبعد :

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بڑا فضل وکرم ہے کہ اس نے ہمیں صراط مستقیم پر گامزن رہنے کی توفیق ارزانی فرمائی اور اسلام کی حفاظت واشاعت، علوم اسلامیہ کی تعلیم وترویج کے مراکز اور دین مبین کے روشن میناروں یعنی مدارس اسلامیہ کی خدمت کی سعادت بخشی اور ان ہی دینی مدارس اور تعلیم گاہوں کے مسائل پر باہمی تبادلۂ خیالات، غور وخوض اور فیصلے کے لیے ہم سب کو یہاں جمع ہونے کا موقع میسر فرمایا، اس پر مسرت موقع پر بندہ اپنی اور خدام دارالعلوم دیوبند کی جانب سے آپ حضرات کا صمیم قلب سے خیر مقدم کرتا ہے اور دل کی گہرائیوں سے جذباتِ تشکر پیش کرتا ہے کہ آپ حضرات نے رابطۂ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم کی مجلس عمومی کے اس اہم اجلاس میں شرکت کے لیے اپنا قیمتی وقت فارغ فرمایا اور زحمت سفر برداشت کرکے دارالعلوم دیوبند تشریف لائے۔ بندہ اس موقع پر معذرت خواہ بھی ہے کہ ہم خدام دارالعلوم کوشش کے باوجود آپ کے شایان شان استقبال اور ضیافت کا حق نہیں ادا کرسکے۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ اس بارے میں ہوئی کوتاہی کو معاف فرماکر شکر گزار فرمائیں گے۔

حضراتِ گرامی قدر! دستور کے مطابق مجلس عمومی کا اجلاس تین سال کے وقفے سے ہوا کرتا ہے، لیکن لاک ڈاؤن کی پابندیوں کے باعث یہ اجلاس دو ڈھائی سال کی تاخیر سے ہو رہا ہے۔

اجلاس کے دعوت نامے میں ان امور کی صراحت کردی گئی ہے جو ایجنڈے میں شامل ہیں، ان شاء اللہ ایجنڈے کی روشنی میں اجلاس میں غور وخوض اور تبادلۂ خیال ہوگا، سب سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کی زیرنگرانی رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ کے قیام کے پس منظر اور اغراض ومقاصد پر ایک نظر ڈال لی جائے۔

حضرات گرامی! ہمارے اکابر رحمہم اللہ نے دارالعلوم دیوبند اور دیگر مدارس اسلامیہ کے قیام کی تحریک جن صبر آزما اور پرآشوب حالات میں برپا کی تھی ان سے آپ حضرات بخوبی واقف ہیں۔ ان مدارس کے قیام کے مقاصد میں اسلام کی حفاظت وصیانت، علوم کتاب وسنت کی تعلیم واشاعت، سرمایۂ ملت کی نگہبانی، اسلام کا تحفظ ودفاع، باطل تحریکات اور فتنوں کی سرکوبی، ملت اسلامیہ کی دینی قیادت، ملک وملت کی تعمیر وترقی اور دینی وملّی ضروریات کی تکمیل کے لیے رجال کار اور مخلص افراد کی تیاری شامل تھی۔ ان مدارس اسلامیہ کی کوکھ سے قابل قدر اور لائق فخر فرزندوں اور سپوتوں نے جنم لیا اور ایسے نفوس قدسیہ تیار ہوئے جنھوں نے بے سروسامانی اور حالات کی تمام تر نامساعدت اور سنگینی کے باوجود ایسی زریں خدمات انجام دیں جو تاریخ کا روشن باب ہیں۔ یہ حضرات علوم اسلامیہ میں رسوخ ومہارت، مسلک حق کے بارے میں تصلب اور وسعت نظر کے ساتھ مومنانہ فراست، الہامی بصیرت، خلوص وللّٰہیت، تواضع وفروتنی، اتباع سنت اور ملک وملت کی بے لوث خدمت کے جذبے سے سرشار تھے، تاہم مرور ایام سے مدارس اسلامیہ کی کارکردگی متاثر ہورہی تھی، مدارس میں مردم گری اور رجال سازی کی مہم کمزور پڑرہی تھی، اس لیے اس روز افزوں انحطاط پر روک لگانے، مدارس اسلامیہ کی کارکردگی کا جائزہ لینے اور ان کو فعال ومتحرک کرنے، ان کی سرگرمیوں کو مزید منظّم اور باضابطہ بنانے اور فرقہ پرستوں کی جانب سے مدارس

اسلامیہ کی کردار کشی کی مہم کا مثبت جواب دینے کی غرض سے دارالعلوم دیوبند میں ۱۴۱۵ھ میں منعقد ملک گیر اجتماع میں رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ کی کل ہند تنظیم کا قیام عمل میں آیا، جس کا مرکزی دفتر دارالعلوم دیوبند میں قائم کیا گیا اور رابطے کے دستورالعمل میں رابطۂ مدارس اسلامیہ کے درج ذیل اغراض ومقاصد طے پائے:

- مدارس اسلامیہ عربیہ کے نظام تعلیم وتربیت کو بہتر بنانا۔
- مدارس اسلامیہ عربیہ کی بقاء وترقی کے لیے صحیح اور مؤثر ذرائع اختیار کرنا۔
- مدارس اسلامیہ عربیہ کے درمیان ہم آہنگی کو فروغ دینا اور روابط کو مستحکم کرنا۔
- اسلامی تعلیم اور اس کے مراکز کے خلاف کی جانے والی کوششوں اور سازشوں پر نظر رکھنا۔
- ان علاقوں میں مدارس اور مکاتب کے قیام کی جدوجہد کرنا جہاں مرکز ضرورت محسوس کرے۔
- مسلم معاشرے کی اصلاح اور شعائر اسلام کی حفاظت کرنا۔

مہمانان عالی وقار! ان مقاصد عالیہ کو بروئے کار لانے کے لیے اجتماعی غور وفکر کا طریقۂ کار اپنایا گیا، رابطے کے مختلف اجتماعات اور مجلسوں میں یہ عنوانات زیر بحث آئے اور اہم فیصلے بھی کیے گئے۔

ان امور میں تعلیم وتربیت کی بہتری کا مسئلہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، مدارس اسلامیہ کا بنیادی مقصد بھی ایسے رجال کار کی تیاری ہے جو کمال علم وعمل سے متصف ہونے کے ساتھ انابت وتقویٰ اور خشیت وللّٰہیت کی کیفیت سے بھی مزین ہوں، جن کی دین سے وفاداری ہر دنیوی مفاد سے بالاتر ہو، جو اپنے علمی رسوخ، عملی پختگی اور اخلاقی پاکیزگی کی بناء پر ملت اسلامیہ کی بہترین رہنمائی کرسکیں۔

نظامِ تعلیم:

آپ حضرات کو یاد ہوگا کہ نظامِ تعلیم کی بہتری کے لیے رابطۂ مدارس کے مختلف اجتماعات میں متعدد ضروری امور طے کیے گئے اور رکن مدارس کی خدمت میں پیش کیے گئے، لیکن مدارس میں ان کے عملی نفاذ کی صورت حال زیادہ امید افزا نہیں رہی، اس لیے بطور یاد دہانی اُن میں سے چند ضروری امور ایک بار پھر عرض خدمت ہیں:

۱- نصاب تعلیم: ظاہر ہے کہ نصابِ تعلیم، اس نظام میں بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے، بعض مدارس نے دارالعلوم دیوبند کے نصاب میں غیر ضروری اختصار یا کاٹ چھانٹ کردی ہے، جس سے طلبہ کی استعداد بہتر بنانا مشکل ہورہا ہے، مناسب ہے کہ رابطہ مدارس سے مربوط مدارس، اُس نصاب تعلیم کو باقاعدگی سے نافذ کریں جو رابطہ ہی کے اجتماعات میں منظور ہوا ہے اور دارالعلوم دیوبند اور بہت سے مدارس میں عملاً نافذ بھی ہے۔ لہٰذا جن مدارس میں ابھی تک یہ نصاب نافذ نہیں ہے وہاں دارالعلوم دیوبند کا نصابِ تعلیم رائج کیا جائے۔

۲- نصاب کی تکمیل پر توجہ: بہت سے مدارس میں نصاب کی تکمیل پر توجہ نہیں ہے، یہاں تک کہ ابتدائی درجات کی کتابیں بھی باقاعدہ اور پوری پڑھانے کا اہتمام نہیں ہے۔ یہ چیز طلبہ کی استعداد کمزور ہونے کا بنیادی سبب ہے، ضروری ہے کہ تمام اساتذہ کرام نصاب کی تکمیل کا اہتمام کریں اور ذمہ دارانِ مدارس اس کی نگرانی فرمائیں۔ اسی کے ساتھ پورے سال تدریس میں یکسانیت اور مقدارِ خواندگی میں توازن رکھا جائے، ماہانہ مقدار خواندگی متعین کی جائے، ہر کتاب کی ماہانہ مقدار خواندگی کتنی ہونی چاہیے اس کا نقشہ مرکزی دفتر رابطہ

سے تمام صوبائی صدور حضرات کو ارسال کیا جاچکا ہے، ضرورت ہے کہ صوبے کے تمام مربوط مدارس میں وہ نقشہ بھیجا جائے اور ہر ماہ کی مقدار خواندگی مدرسے کے صدرالمدرسین صاحب مدرسین حضرات سے حاصل فرمائیں اور اس کی ایک نقل صوبائی صدر صاحب کو ارسال کی جائے۔

۳- دورانِ تدریس اختصار کے ساتھ کتاب حل کرنے کی کوشش کی جائے، کتاب کے مشکل مقامات کو حل کرنے میں پوری توجہ سے کام لیا جائے اور غیر ضروری بحثوں سے احتراز کیا جائے۔

۴- جس استاذ کو جس فن سے زیادہ مناسبت ہو، تدریس کے لیے اسی فن کی کتاب اس کے حوالے کی جائے۔

۵- امتحانات پوری احتیاط سے لیے جائیں، درجۂ چہارم عربی تک کے امتحانات میں بالخصوص پوری احتیاط برتی جائے اور ان جماعتوں میں طلبہ کا لازمی اوسط حاضری دوسرے درجات سے بڑھا دیا جائے۔

۶- ابتدائی تعلیم بطور خاص اچھے اور تجربے کار اساتذہ کے سپرد کی جائے۔

۷- اول، دوم، سوم عربی کے طلبہ کا ماہانہ امتحان لیا جائے۔

۸- سال چہارم عربی تک، عربی تمرین اور انشاء پر زیادہ سے زیادہ زور دیا جائے۔

۹- مدرسین کو اسباق اتنے دیے جائیں کہ وہ تدریس کی ذمہ داریوں سے صحیح طریقہ سے عہدہ برآ ہوسکیں۔

۱۰- مدرسین کے انتخاب میں صلاح وتقویٰ، علمی استعداد، بلند اخلاقی معیار، سلامتیٔ طبع، تدریس اور طلبہ کی تربیت سے دلچسپی کو ملحوظ رکھا جائے۔

۱۱- طلبہ کو اسباق میں حاضری کا پابند بنایا جائے، غیر حاضری پر کارروائی ہو، سالانہ

امتحان میں شرکت کو حاضری کی ایک مخصوص مقدار مثلاً ایامِ تعلیم کی پچھتّر فی صد یا ستر فی صد حاضری کے ساتھ مشروط کیا جائے۔

۱۲- باری باری تمام طلبہ سے عبارت خوانی کا اہتمام کرایا جائے، تاکہ وہ تصحیح عبارت اور مطالعہ کے عادی بنیں۔

۱۳- تدریب المعلمین کا نظام قائم کرنے پر توجہ دی جائے، رابطۂ مدارس اسلامیہ کی مجلس عاملہ کی تجویز میں مدارس اسلامیہ میں تعلیمی نظام بہتر بنانے کے لیے ابتدائی عربی جماعتوں میں مختلف فنون کی تدریس کی تربیت کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے اور صوبائی صدور کو متوجہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنے اپنے صوبے میں ابتدائی درجات کے مدرسین کی تربیت کا نظام بنائیں، صوبے کے ماہر اور تجربہ کار اساتذۂ کرام اس کی تربیت دیں اور حسبِ ضرورت دارالعلوم دیوبند کے حضرات اساتذہ کرام اور دارالعلوم میں سال ہائے گذشتہ میں تدریس کی تربیت اور تدریب حاصل کرنے والے فضلاء سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

نظامِ تربیت:

افراد سازی کے عمل میں دوسری بہت زیادہ توجہ طلب چیز تربیت ہے؛ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ صحیح تربیت کے بغیر تعلیم کا مقصد ہی فوت ہوجاتا ہے، بالخصوص موجودہ دور میں جب کہ ماحول میں بگاڑ کے اسباب روز افزوں ہیں، انٹرنیٹ اور ملٹی میڈیا موبائل نے فواحش ومنکرات کو معاشرے میں جرائم کی طرح عام کردیا ہے اور نئی نسل تیزی سے ان کا شکار ہورہی ہے، ایسے حالات میں طلبہ کی نگرانی اور تربیت پر پہلے سے کہیں زیادہ توجہ کی ضرورت ہے اور حالات کے مطابق اصول وضوابط مرتب

کرنا اور سنجیدگی کے ساتھ ان کا نفاذ کرنا وقت کا تقاضا ہے۔

اس بارے میں گزارش ہے کہ دارالاقامہ کے نظام کو بہتر بنانے پر خاص توجہ فرمائی جائے، جس کے تحت طلبہ کو نماز باجماعت کی پابندی، وضع قطع کی درستگی اور تمام غیر ضروری اور غیر مناسب مشاغل سے اجتناب کا پابند بنایا جائے، ملٹی میڈیا موبائل اور انٹرنیٹ کے استعمال سے روکا جائے اور صرف ضرورت کے تحت، اوقاتِ تعلیم کے علاوہ میں سادہ موبائل کے استعمال کی اجازت دی جائے، طلبہ کو زندگی کے تمام کاموں میں اتباعِ سنت کا عادی بنایا جائے اور وقتاً فوقتاً اصلاحی بیانات اور تذکیر وموعظت کا اہتمام کیا جائے۔ اگر کسی طالب علم کا طرزِ عمل زیادہ خراب ہو تو اس کے سرپرستوں کو بھی اس کے احوال سے باخبر کیا جائے۔

باہمی ربط واتحاد کا فروغ:

مہمانانِ ذی وقار! رابطہ مدارس کا اہم مقصد یہ بھی رہا ہے کہ مدارس اسلامیہ کے درمیان ہم آہنگی کو فروغ دیا جائے اور روابط کو مستحکم کیا جائے۔ سابقہ اجلاسوں میں بھی یہ موضوع زیر بحث آتا رہا ہے، رابطہ مدارس کی مجلس عاملہ نے باہمی ربط واتحاد کو فروغ دینے کے لیے ضابطۂ اخلاق بھی منظور کیا ہے، اس کی چند اہم دفعات درج ذیل ہیں، ہم خدام مدارس کی ذمہ داری ہے کہ اپنے اپنے مدارس میں ان امور کے نفاذ کی سعی کریں، اور ان کے مطابق نظام استوار رکھنے کا عزم کریں۔

(۱) مربوط مدارس کے ذمہ دار حضرات باہمی تعاون وتناصر کے جذبے کو فروغ دیں، اتحاد واتفاق کی فضا قائم کی جائے، ہر قسم کی آپسی رسّا کشی اور مخالفت سے گریز کیا جائے۔

(۲) درپیش مسائل کے حل میں ذمہ دارانِ مدارس آپس میں ایک دوسرے کی مدد کریں، باہمی اختلافات مل جل کر خوش اسلوبی سے حل کریں۔

(۳) ذمہ دارانِ مدارس آپس میں ایک دوسرے کے متعلق منفی اظہار خیال سے گریز کریں۔

(۴) اربابِ انتظام اور اساتذہ وکارکنان میں اتحاد ویگانت، باہمی رواداری اور اعتماد کی فضاء قائم رکھی جائے۔

(۵) طلبہ کے داخلے کے وقت سابقہ مدرسے کا تصدیق نامہ لازم قرار دیا جائے، اس معاملہ میں مکمل احتیاط برتی جائے۔

(۶) اساتذہ کے عزل ونصب اور طلبہ کے داخلہ واخراج کے بارے میں مدرسے کے طے شدہ ضابطوں کی پابندی کی جائے۔

رہنمایانِ ملت! مدارسِ اسلامیہ کو درپیش مسائل کا جائزہ اور حل بھی ہماری گفتگو کا ایک اہم موضوع ہے، مدارسِ اسلامیہ کو درپیش مسائل دو طرح کے ہیں، داخلی اور خارجی۔ داخلی مسائل کا تعلق معیارِ تعلیم وتربیت میں انحطاط، اربابِ مدارس کے باہمی اختلافات، تعلیمی ترقی سے زیادہ تعمیر پر توجہ، فراہمیٔ سرمایہ کے سلسلے میں نامناسب طریقۂ کار، ذمہ داران، اساتذہ وکارکنان کی فرض شناسی، احساس ذمہ داری اور عملی جدوجہد اور فکرمندی میں کمی اور گراوٹ سے ہے۔

بندے کی اب تک کی معروضات کا تعلق ان ہی امور سے ہے، جہاں تک خارجی مسائل ومشکلات کی بات ہے تو ان سے مراد وہ بیرونی حملے ہیں جو فرقہ پرست طاقتوں، اربابِ حکومت یا مدارس کے بدخواہ لوگوں کی جانب سے، مدارس پر کیے جاتے رہتے ہیں، کبھی مدارسِ دینیہ کے نصابِ تعلیم کو فرسودہ قرار دیا جاتا ہے اور اس

میں بنیادی تبدیلی پر زور صرف کیا جاتا ہے، تو کبھی ان مدارس کو دہشت گردی کا اڈہ، بنیاد پرستی کا مرکز اور ملک دشمن سرگرمیوں کی آماج گاہ تک کہہ دیا جاتا ہے۔ اور جب تخویف وترہیب میں کامیابی نہیں ملتی تو ترغیب وتحریص سے کام لے کر سرکاری امداد کی پیش کش کی جاتی ہے اور حکومتی ایڈ کا لالچ دیا جاتا ہے۔

مدارس اسلامیہ کا داخلی نظام:

مدارس اسلامیہ کے پاسبانانِ محترم! مدارس اسلامیہ کے داخلی نظام کے استحکام کے لیے سب سے اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ موجودہ عالمی یا ملکی حالات کے نتیجے میں کسی قسم کی منفی سوچ یا مایوسی کا شکار ہونے سے پرہیز کیا جائے اور مسلمانوں کو بھی مثبت اندازِ فکر کی تلقین کی جائے، برادرانِ وطن کے ساتھ رواداری اور پُرامن بقائے باہم کے اصول پر عمل کیا جائے، مدرسے کی مصلحت کو ملحوظ رکھتے ہوئے غیر مسلم بھائیوں کو مناسب مواقع پر مدعو کر کے مدارس سے براہِ راست واقفیت کا موقع فراہم کیا جائے، مسلمانوں کو دوسروں کے ساتھ حسن سلوک اور اسلامی اخلاق کا معاملہ کرنے کی تلقین کی جائے۔ ساتھ ہی ساتھ تحفظ کے نقطۂ نظر سے واردین وصادرین پر نظر رکھی جائے، کسی مشتبہ شخص کو مدرسہ میں آمد ورفت اور قیام کی اجازت نہ دی جائے۔

اسی کے ساتھ مساجد اور مدارسِ اسلامیہ کے کاغذات کو درست رکھا جائے، اگر کاغذات میں کوئی کمی اور نقص ہے تو پہلی فرصت میں انھیں درست کرایا جائے، اگر صوبائی حکومتوں کی طرف سے مدارس کے سلسلہ میں سروے یا تفتیش کی کارروائی کا حکم ہو تو ارباب مدارس کسی خوف یا ذہنی انتشار کا شکار نہ ہوں، نہ کسی جذباتیت کا مظاہرہ کریں، نہ میڈیا کے لوگوں سے کوئی منفی بات کریں، البتہ جو سروے ٹیم معلومات

حاصل کرنے آئے تو پہلے اس کے بارے میں یہ تحقیق کرلیں کہ کہیں یہ کوئی فرضی ٹیم تو نہیں، اگر واقعی حکومت کے افراد اور کارندے آئیں تبھی ان کو معلومات دیں، بغیر مطالبے کے کوئی دستاویز سپرد نہ کریں، معلومات صحیح اور درست دیں، مدارس کی انتظامیہ کے افراد، حضرات اساتذہ اور طلبہ سبھی کا اندراج آدھار کارڈ یا ووٹر آئی ڈی کے مطابق کریں اور بغیر آدھار کارڈ کے کسی طالب علم کا داخلہ نہ کریں۔

مالیات کا نظام حکومت کے اصول وضوابط کے مطابق چست درست رکھیں، کسی آڈیٹر (C.A) کے ذریعہ حسابات کی سالانہ جانچ کرا کر اس کی رپورٹ محفوظ رکھیں اور اس سلسلے میں کوئی خامی باقی نہ رہنے دیں۔

مدرسے کی زمین، جائداد کے ملکیتی کاغذات کو درست رکھیں، مدرسہ کو چلانے والی سوسائٹی یا ٹرسٹ اور مدرسہ کی جائداد کا رجسٹریشن قانونی تقاضوں کے مطابق کرالیں۔

مدرسہ میں طلبہ کے لیے، صحت مند ماحول میں صاف ستھری رہائش اور کھانے کا بندوبست رکھیں، غسل خانوں اور استنجا خانوں کو خاص طور پر صاف رکھیں۔

ان تمام امور کے ساتھ ضروری ہے کہ پہلے سے زیادہ رجوع الی اللہ اور دعاؤں کا بھی اہتمام کیا جائے۔

اصلاحِ معاشرہ:

قائدین ملت! اس وقت عام طور پر مسلم معاشرہ کی جو صورت حال ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، سب سے اہم عبادت نماز سے غفلت عام ہے، نشہ بازی، جوا، سٹہ اور طرح طرح کی مخرب اخلاق اور تباہ کن عادتوں میں معاشرے کا بڑا طبقہ مبتلا

ہے، شادی کے موقعے پر فضول خرچی، تلک، جہیز اور لا یعنی رسوم کی پابندی کی وجہ سے کتنے گھرانے تباہ ہو رہے ہیں، ملٹی میڈیا موبائل کے غلط استعمال سے نوجوان طبقہ بے حیائی اور فحاشی کا شکار ہو رہا ہے۔ گھروں میں ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہو رہی ہے۔ یہ اور اس جیسی متعدد عملی اور اخلاقی خرابیوں میں مبتلا ہو کر معاشرہ تباہ ہو رہا ہے۔

دوسری طرف ان جیسی خرابیوں کے ازالہ کے لیے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی اصلاح معاشرہ کے لیے جیسی مسلسل اور منظّم جدوجہد کی ضرورت ہے اس میں بھی عام طور پر کوتاہی ہو رہی ہے جس کے نتیجہ میں امت میں عام طور پر بے چینی اور پریشانی پھیلی ہوئی نظر آتی ہے۔

اس کے لیے ضروری ہے کہ علماء مدارس، اپنے علاقے کی دینی صورت حال کے بارے میں ہر وقت فکر مند اور باخبر رہیں، غلط رسوم و رواج اور بدعات کے خاتمے کے لیے مسلسل محنت جاری رکھیں، مسلمانوں کو دینی تعلیم کی ترغیب دلاتے رہیں، ان کی شادی بیاہ اور اجتماعی تقریبات کو شرعی دائرے میں لانے کی عملی کوشش کریں اور ایسی تقریبات میں شرکت سے اظہارِ بیزاری اور اجتناب کریں جن میں غیر شرعی رسم و رواج انجام دیے جائیں، یا منکرات مثلاً ویڈیو گرافی یا بے پردگی کا ارتکاب کیا جائے۔

فرقِ باطلہ کا تعاقب:

علمائے عالی مرتبت! مدارس کے قیام کا ایک اہم مقصد مسلمانوں کے عقائد کی اصلاح اور عقائد باطلہ اور فکری انحرافات سے امت کو محفوظ رکھنا ہے، چناں چہ

دارالعلوم دیوبند اور اس کے فیض یافتگان نے روز اول سے ترجیحی طور پر اس ذمہ داری کو پورا کیا ہے، آج بھی اس پہلو پر توجہ ضروری ہے، خاص طور پر اس لیے کہ باطل فرقوں کی جانب سے مسلمانوں کے ہر طبقے پر محنت جاری ہے، پہلے عموماً صرف ناخواندہ اور سادہ لوح مسلمان اُن کا شکار ہوتے تھے؛ لیکن موجودہ دور میں باطل افکار کی اتنی اور ایسی ایسی شکلیں سامنے آرہی ہیں کہ تعلیم یافتہ ہوں یا ناخواندہ، ہر طبقے کے مسلمان اُن کی زد میں آرہے ہیں، اس لیے اہل حق علماء کی ذمہ داری پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے، اس کے لیے اپنے علاقے پر گہری نظر رکھیں اور کوشش کریں کہ پنپنے سے پہلے ہی فتنے کا سدباب ہوجائے، اہل مدارس اپنے اساتذہ کو مختلف فرقوں کے رد کے لیے علمی طور پر تیار رکھیں، اور حسب ضرورت حکمت کے ساتھ ان سے کام لیں۔

دارالعلوم دیوبند میں فتنۂ قادیانیت کے منظّم تعاقب کے لیے ''کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت'' کا نظام قائم ہے، جس کی شاخیں ملک کے طول وعرض میں پھیلی ہوئی ہیں۔ نیز فرقِ باطلہ کی تردید کے لیے تکمیلات کے طلبہ کے لیے ہفتہ واری محاضرات کا نظام بھی بخوبی چل رہا ہے۔

لیکن باخبر حضرات واقف ہیں کہ آنے والے ہر دن نت نئے فتنے سر اُٹھا رہے ہیں، خاص طور پر گذشتہ کئی سالوں سے ملک کے مختلف حصوں میں ''شکیلیت'' کا فتنہ سر اُٹھا رہا ہے، اور اُس سے ناواقف عوام؛ بالخصوص جدید تعلیم یافتہ نوجوان زیادہ متأثر ہورہے ہیں۔

اِسی طرح پسماندہ علاقوں میں ''مرزائی'' اور ''قادیانی'' مشنریاں بھی سرگرم ہیں۔

ایسے ماحول میں اِس بات کی ضرورت مزید بڑھ جاتی ہے کہ فضلاء مدارس اِسلام کے دفاع کے لیے علمی اور عملی طور پر تیار اور ہوشیار رہیں۔

مدارس اسلامیہ اور عصری تعلیم کا مسئلہ:

دانش ورانِ ملّت! دارالعلوم دیوبند کے حضرات اکابر رحمہم اللہ نے دارالعلوم کے قیام کے بنیادی اغراض ومقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے عربی درجات کا آٹھ سالہ نصاب متعین فرمایا تھا جو خالص دینی علوم ومعارف پر مشتمل تھا، عصری علوم کو شامل نصاب نہیں کیا گیا، جب بھی عربی مدارس کے نصاب میں بنیادی تبدیلی کرنے اور عصری علوم، عربی درجات میں شامل کرنے کے مطالبے نے زور پکڑا تو حضرات اکابر نے اسے مدارس اسلامیہ کے نصب العین اور منہاج کے منافی سمجھ کر اسے مسترد کر دیا۔ چناں چہ مجلس عاملہ رابطۂ مدارس کی ایک تجویز کا متن ملاحظہ فرمائیں:

> ''مجلس عاملہ رابطۂ مدارس کا یہ کل ہند اجلاس ذمہ دارانِ مدارس کو تاکید کرتا ہے کہ نصاب میں بنیادی تبدیلی اور عصری علوم کی شمولیت کے بارے میں نام نہاد دانشوروں اور عاقبت نا اندیشوں کے مطالبے سے متاثر نہ ہوں؛ بلکہ نصابِ تعلیم اور نظامِ تعلیم کو قدیم اور متوارث خطوط پر ہی قائم واستوار رکھیں، البتہ درجۂ پنجم پرائمری تک ایسا نصابِ تعلیم اپنے قائم کردہ مدارس میں رائج کریں جو دینیات کے ساتھ ضروری عصری علوم، حساب، جغرافیہ، علاقائی زبان اور تاریخ پر مشتمل ہو اور بہتر ہوگا کہ ان مکاتب ومدارس کی حکومت سے منظوری حاصل کرلیں۔ یہ اجلاس نصاب میں بنیادی تبدیلی کے خیال کو یکسر مسترد کرتا ہے اور اسے نصاب کی روح کے منافی اور نصب العین کے خلاف سمجھتا ہے''۔

البتہ دارالعلوم دیوبند میں عربی درجات سے پیشتر فارسی دینیات وریاضی کے ۶/سالہ نصاب میں ضروری عصری مضامین پڑھائے جاتے رہے، جن میں فارسی،

اردو، ہندی، انگلش، حساب، جغرافیہ اور اقلیدس وغیرہ مضامین شامل رہے اور رابطہ کے مختلف اجلاسوں میں اس کی سفارش بھی کی گئی کہ ہر مدرسے کے ذریعہ درجہ پانچ تک پرائمری درجات کی تعلیم ضرور دی جائے اور اس میں دینیات کے ساتھ ضروری عصری مضامین بھی پڑھائے جائیں۔

آپ حضرات کے علم میں ہے کہ ۲۰۰۹ء میں حکومت ہند کی جانب سے ایک قانون متعارف کرایا گیا، جس کو R.T.E (رائٹ ٹو ایجوکیشن) کا نام دیا گیا، اس کے تحت ہر ہندوستانی بچے کو جس کی عمر ۶ رتا ۱۴ رسال ہو عصری تعلیم دینا ضروری قرار دیا گیا، یعنی ۱۴ رسال کے ہر بچے کو دسویں تک تعلیم دلانا لازم ہے، جس کی زد مدرسوں میں پڑھنے والے طلبہ پر بھی پڑتی تھی، لیکن ملک کے اہم قائدین اور علمائے کرام کی جدوجہد سے ۲۰۱۲ء میں مدارسِ اسلامیہ میں زیر تعلیم طلبہ کو R.T.E ایکٹ سے مستثنیٰ قرار دیا گیا، ان کے لیے عصری تعلیم حاصل کرنا فی الحال لازم نہیں رہا، یہ استثناء اب بھی برقرار ہے، خدا کرے آئندہ بھی برقرار رہے، مدارس اسلامیہ کے ذمہ داران اور مسلم قائدین کو ایک بار پھر اس استثناء کو باقی رکھنے کے لیے منظّم جدوجہد کرنی چاہیے۔

اس وقت ملک میں جس تعلیمی پالیسی کے نفاذ کی کوششیں جاری ہیں وہ مرکزی حکومت کی قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۲۰ء ہے، یہ پالیسی جیسا کہ اربابِ بصیرت حضرات نے اظہارِ خیال کیا ہے دستورِ ہند کی بنیاد پر نہیں بنائی گئی ہے، بلکہ قدیم ہندوستانی تہذیب وثقافت اس کی بنیاد ہے، یہ اسلام، اسلامی تہذیب ومعاشرت اور اسلامی اقدار وروایات کے لیے سخت مضر ہے، البتہ قدیم ہندوستانی تہذیب وثقافت، شرک وبت پرستی، رقص وسرور، نغمہ وموسیقی اور مجسمہ سازی وتصویر کشی پر مشتمل ہے، یہ ملک کی دیگر اقوام کی تہذیب وتمدن سے بھی ہم آہنگ نہیں ہے، اس پالیسی میں ۳ رسال سے

۱۸؍سال تک بچے کو عصری تعلیم دلانا ضروری قرار دیا گیا ہے، پالیسی کے مندرجات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ہندوستانی باشندے کو اس تعلیمی پالیسی کے مطابق قائم کردہ تعلیمی نظام سے وابستہ رہنا ضروری ہوجائے گا، حالانکہ دستور ہند میں اقلیتوں کو اپنی مرضی کے تعلیمی ادارے قائم کرنے اور انھیں چلانے کی آزادی دی گئی ہے۔

اب ہمارے لیے ایک لمحۂ فکریہ ہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ مدارس اسلامیہ اس پالیسی کو یکسر نظر انداز کردیں، یا مدارس اسلامیہ کا حسب سابق اس سے استثناء کرادیا جائے، یہ شاید مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔

اس لیے خدام دارالعلوم دیوبند نے مرحلہ وار اس مسئلے پر غور وفکر کیا ہے، مشہور ماہرین تعلیم اور علماء دین وغیرہ حضرات کی متعدد مجلسوں میں تبادلۂ خیال کیا گیا اور تمام مثبت ومنفی پہلوؤں پر غور کیا گیا ہے، یہ مجلسیں محترم المقام حضرت مولانا سید ارشد صاحب مدنی دامت برکاتہم، صدرالمدرسین دارالعلوم دیوبند وصدر جمعیۃ علماء ہند کی زیر صدارت دارالعلوم دیوبند میں منعقد ہوئیں، ان تمام مجلسوں میں یہ خادم بھی شریک رہا اور جناب مولانا شوکت علی صاحب بستوی ناظم عمومی رابطہ مدارس بھی موجود رہے۔

اس موقع پر یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ اکابر واسلاف رحمہم اللہ نے انگریزی تعلیم کو یکسر شجرۂ ممنوعہ نہیں قرار دیا تھا، بلکہ برطانوی سامراج کے قائم کردہ اسلام مخالف نظامِ تعلیم کے مہلک اثرات اور کفر وشرک اور دین بیزاری اور مغربی تہذیب ومعاشرت کی زہرناکیوں کی بنا پر اس کی مخالفت کی تھی، کہ انگریزی تعلیم الحاد ولادینیت پیدا کررہی تھی، بہ قول لسان العصر حضرت اکبرالہ آبادی ؎

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

ہمارے اکابر رحمہم اللہ نے انگریزی تعلیم کی مخالفت کبھی نہیں کی، بلکہ انگریزی فکر اور تہذیب کی مخالفت کی گئی، پھر عربی درجات کے ساتھ عصری تعلیم کے اختلاط کو ضرر رساں اور سخت نقصان دہ قرار دیا ہے۔

اب جب کہ ملک اور پوری دنیا کے حالات تیزی سے بدل رہے ہیں، ایک طرف مدارس کے فضلاء کو اربابِ حکومت تعلیم یافتہ تسلیم نہیں کرتے، دوسری طرف امت مسلمہ میں انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کا تناسب بہت بڑھ گیا ہے، اس لیے جہاں اس کی ضرورت ہے کہ قرآن وسنت اور فقہ اسلامی کے ماہر علماء وفضلاء موجود ہوں وہیں اس کی ضرورت بھی پہلے سے کہیں زیادہ ہے کہ عربی، اردو، انگریزی اور ہندی میں مہارت رکھنے والے اچھے فضلاء بھی تیار ہوں، تاکہ وہ تعلیم وتربیت اور دعوت وتبلیغ کا اہم فریضہ بھی اچھی طرح ادا کرسکیں، اور اسلام اور مسلمانوں کی صحیح رہنمائی بھی کرسکیں۔

اس لیے خدام دارالعلوم نے فیصلہ کیا ہے کہ حسب سابق عربی کے نصاب میں کسی طرح کی تخفیف وترمیم کیے بغیر اور عربی درجات میں عصری مضامین کی شمولیت سے احتراز برتتے ہوئے حفظ، دینیات وپرائمری کے درجات میں ان کی دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ بقدر ضرورت عصری علوم بھی داخل کردئے جائیں اور عربی درجات میں آنے سے پہلے بچہ ۱۴/سال کا ہو تو اسے دسویں پاس کرادیا جائے، اس کے بعد وہ عربی تعلیم شروع کرے، اس کا نظام کچھ ماہرین تعلیم (دینی وعصری) حضرات تیار کررہے ہیں۔ یہ ماہرین بتارہے ہیں کہ تعلیمی پالیسی کا منشا یہ ہے کہ ہر ہندوستانی بچہ ۱۴/سال کی عمر میں دسویں پاس ہو، اور ۱۸/سال کی عمر میں وہ بارہویں بھی کرلے۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ دارالعلوم اپنے اسی قدیم متوارث نہج پر قائم ہے

اوران شاء اللہ قائم رہے گا جو حضرات اکابر رحمہم اللہ نے دارالعلوم دیوبند کے لیے مقرر فرمایا تھا، جس میں بنیادی تعلیم قرآن وسنت اور فقہ اسلامی کے علوم کی ہی دی جائے گی، دارالعلوم کا نصاب بھی جوں کا توں ہی رہے گا، البتہ بدلتے ہوئے ملکی حالات میں مدارس اسلامیہ کے تحفظ کے لیے یہ صورت اختیار کی جارہی ہے، اس لیے مدارس کے ذمہ داران اپنے طور پر یہ نظام بنالیں کہ مدرسے میں داخل ۱۴/سال کے طالب علم کو دسویں پاس کرادیں، اور اس کے بعد اسے بارہویں بھی پاس کرادیا جائے، اس کے لیے کسی تعلیمی بورڈ سے الحاق یا NIOS (اوپن اسکول) سے مدد لی جاسکتی ہے۔

اس سلسلے میں کوئی باقاعدہ نظام بن جانے پر حضراتِ ذمہ دارانِ مدارس کو تفصیلات سے آگاہ کیا جائے گا، حضرات اربابِ مدارس سے گزارش ہے کہ اپنے قدیم روایتی نصاب ونظام کو باقی رکھتے ہوئے بہ قدر ضرورت ہی عصری تعلیم شامل کریں، اور بہتر ہوگا کہ جہاں ممکن ہو وہاں عربی درجات سے پہلے کریں، تاکہ ہماری دینی تعلیم وتربیت اور نصاب ونظام بالکل متاثر اور مغلوب نہ ہو، اپنی نیتوں اور مقاصد کو درست رکھیں، ایسا نہ ہو کہ دینی مقاصد پر دنیاوی مقاصد غالب آجائیں، طلبہ کو عصری تعلیم کے ساتھ پختہ دینی تربیت اور ذہن سازی کا اہتمام بھی کریں، تاکہ طلبہ فراغت کے بعد دینی خدمات سے وابستہ رہیں، اس کے لیے جز وقتی عصری تعلیم کا نظام بنایا جائے۔

اسی کے ساتھ اسکولوں اور کالجوں میں مسلمان بچوں کی دینی تعلیم وتربیت پر بھی توجہ دیں، تاکہ انگریزی نظامِ تعلیم سے متاثر ہوکر وہ دین بیزاری اور الحاد وارتداد کا شکار نہ ہوجائیں، اس مقصد کے لیے صباحی ومسائی مکاتب کے قیام اور تعلیم بالغان کا نظم مناسب ہوگا۔

مہمانانِ عالی مقام! مدارس کے استحکام، تعلیم وتربیت کی بہتری، داخلی نظام کی

اصلاح اور مختلف مسائل کے حوالے سے مدارس اسلامیہ کے کردار سے متعلق چند گزارشات آپ حضرات کے گوش گزار کی گئیں، بندہ اس طویل سمع خراشی کے لیے معذرت خواہ ہے، توقع ہے کہ ان گزارشات وملاحظات کی روشنی میں مشترکہ لائحۂ عمل تشکیل دینے میں مدد ملے گی۔

بندہ ایک بار پھر تشکر وامتنان کے جذبات پیش کرتا ہے کہ آپ حضرات مادر علمی کی دعوت پر سفر کی زحمت برداشت کر کے تشریف لائے، اس کے ساتھ ہی ہمیں اس کا اعتراف ہے کہ ہم خدام دارالعلوم حق خدمت ادا کرنے سے قاصر رہے۔ امید کہ آپ حضرات عفوودرگذر سے کام لیں گے۔ فجزاکم اللہ احسن الجزاء۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہٗ
مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند
وصدر رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ



خطبۂ صدارت

مشاورتی اجلاس

"شکیلیت اور دیگر فتنوں کا تعاقب"

منعقدہ: ۱۶ر صفر المظفر ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۲ر اگست ۲۰۲۴ء جمعرات

از

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم

مہتمم و شیخ الحدیث و صدر کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دار العلوم دیوبند

شائع کردہ

کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدُ للّٰہِ ربِّ العٰلَمین والصّلاۃُ والسّلام علی سَیِّدنا محمّد و الہ وأصحابہ أجمعینَ أمّابعد !

سب سے پہلے اللہ رب العزت کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں ہدایت کی نعمت سے نوازا اور دین اسلام کا پیروکار بنایا، ساتھ ہی فکر وعقیدہ کی استواری اور اہل السنۃ والجماعۃ کے منہاج پر استقامت کی توفیق دی، مزید یہ کہ علم دین کی دولت عطاء فرما کر خدام دین کے قافلۂ خیر میں شامل فرمایا، اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام نعمتوں کی صحیح قدردانی اور ان کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس کے بعد میں اپنی اور تمام خدامِ دارالعلوم کی جانب سے آپ حضرات کا دل کی گہرائی سے استقبال کرتا ہوں اور آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ہماری دعوت پر لبیک کہا اور سفر کی زحمت فرما کر یہاں تشریف لائے۔ باری تعالیٰ ہمارے اس اجتماع کو مبارک اور نافع بنائے اور آپ حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

مہمانانِ گرامی! دعوت نامہ سے آپ حضرات کے سامنے اس خصوصی اجتماع کا مقصد واضح ہو چکا ہے کہ شکیل بن حنیف کا فتنہ جو گزشتہ دو دہائیوں میں سامنے آیا اور اب تک بہت سے عصری تعلیم یافتہ نوجوانوں اور ایسے لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے جو دین کا ضروری علم نہیں رکھتے، اس فتنہ کے سد باب کی تدابیر پر غور کیا جائے، آپ حضرات اس فتنہ کی سنگینی سے واقف ہیں اور آپ میں سے بہت سے حضرات پہلے ہی سے اس کے مقابلے میں سرگرم ہیں؛ اس لیے آپ کے سامنے اس کے تفصیلی تعارف کی ضرورت نہیں؛ لیکن موقع کی مناسبت سے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ شکیل بن حنیف کے فتنے کے خدوخال اختصار کے ساتھ پیش کردئے جائیں۔

جہاں تک اس شخص کے دعاوی کا تعلق ہے تو اُن کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ شخص دعویٰ کرتا ہے کہ قربِ قیامت میں جن دو شخصیات کے آنے کا تذکرہ احادیث میں کیا گیا ہے، یعنی حضرت مہدیؓ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ان دونوں شخصیات کا ظہور اسی مدعی کی شکل میں ہوگیا ہے، یعنی گویا یہ شخص بیک وقت مہدی بھی ہے اور عیسیٰ مسیح بھی، اس شخص کے دعاوی میں اور جو کچھ بھی ہفوات وضلالات ہیں وہ اسی ایک دعوے کے گرد گھومتی ہیں، آپ حضرات کو یاد ہوگا کہ بالکل اسی قسم کا دعویٰ مشہور جھوٹے مدعی نبوت غلام احمد قادیانی کی جانب سے بھی ہوا تھا، اور اس کے بعد اس کے جھوٹے دعوے بڑھتے بڑھتے دعویٰ نبوت تک پہنچ گئے تھے، شکیل بن حنیف کا دعوی مہدویت ومسیحیت ہی کا ہے، اس سے آگے کی بات ابھی تک سامنے نہیں آئی ہے؛ لیکن قرآن وحدیث کا علم رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ اس کے یہ دعوے بھی اس کی گمراہی اور ایمان سے محرومی کے لیے کافی ہیں۔

حضراتِ گرامی! آپ حضرات؛ بلکہ عام مسلمان بھی بڑی حد تک اس بات سے واقف ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی رضی اللہ عنہ دو الگ الگ شخصیات ہیں اور ان کی شناخت اور علامات نصوص شریعت میں بالکل واضح ہیں، جن میں کسی طرح کا کوئی اشتباہ نہیں ہے، حضرت مہدی کا ظہور پہلے ہوگا اور چند سال کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور ان دونوں شخصیات کی آمد سے دنیا کے لوگ بخوبی واقف ہوجائیں گے اور ان کی قیادت میں دنیا اور خصوصاً عالم اسلام میں اہم اور عظیم ترین انقلابی واقعات پیش آئیں گے، ایسی واضح تفصیلات کے ہوتے ہوئے انہی شخصیات کے نام پر سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دینا بدترین جسارت اور آخری درجہ کی گمراہی ہے۔

کون نہیں جانتا کہ مسیحیت ومہدویت کے مدعی اس شخص کی زندگی کس انداز پر گزر رہی ہے کہ یہ ایک آبادی میں روپوش ہوکر رہتا ہے اور اپنے مخصوص لوگوں کے علاوہ کسی سے ملاقات نہیں کرتا ہے، دربھنگہ ضلع کے ایک گاؤں میں پیدا ہوکر دہلی میں کچھ وقت گزارنے کے بعد اورنگ آباد کی ایک مخصوص آبادی میں پناہ لیے ہوئے ہے، اور اس کی ذات سے عالم اسلام تو کیا خود ہندوستان کے کسی حصے میں کوئی دینی فائدہ سامنے نہیں آیا، کہاں حضرت مہدیؓ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیات، جن کی قیادت میں انقلابی اقدامات ہوں گے اور کفر کی طاقتوں پر تاریخ کی سب سے کاری ضرب لگے گی اور کہاں یہ جھوٹا روپوش مدعی مہدویت ومسیحیت!

مہمانانِ گرامی! ہونا تو یہ چاہیے کہ ایسے کسی کذاب کو ایک بھی مسلمان ایسا نہ ملے جو اس کی بات پر لبیک کہے؛ لیکن یہ دنیا آزمائش کی جگہ ہے، شیطان جب کسی شخص کو اپنا نمائندہ بناتا ہے تو اس کو ایسے گُر بھی سکھا دیتا ہے جن سے وہ لوگوں کو دھوکہ دے سکے۔

چنانچہ علماء کرام نے اس حقیقت کو واضح طور پر بیان کیا ہے کہ اس دنیا میں کیسا ہی باطل دعویٰ لے کر کوئی کھڑا ہو جائے، کچھ نہ کچھ ماننے والے اس کو مل ہی جاتے ہیں، اور پھر اہل حق کی ذمہ داری ہو جاتی ہے کہ سنجیدگی کے ساتھ اس کا رد کریں، وہ یہ سوچ کر نہیں بیٹھ سکتے کہ ایسے باطل دعوے کو کون مانے گا؟

دوسری طرف عام مسلمانوں اور خصوصاً عصری تعلیم یافتہ نوجوانوں کی دینی تعلیمات سے ناواقفیت اور علماء کرام سے عدم وابستگی ہے، جس کی وجہ سے وہ اس قسم کے دھوکہ بازوں کا شکار ہو جاتے ہیں، یہ لوگ ایسے نوجوانوں کو ٹارگٹ کرتے ہیں جن کے پاس دینی جذبات تو ہوتے ہیں، دین کا صحیح علم نہیں ہوتا، اور وہ دنیا میں

مسلمانوں کے احوال سے پریشان اور مایوسی یا خوف کا شکار ہوتے ہیں، ایسے جوانوں کو کچھ تمثیلی باتیں کر کے اپنے سے مانوس کرتے ہیں، اور علماء کرام سے بدظن کر کے اُن سے مکمل دوری رکھنے پر آمادہ کرتے ہیں، اور اس کے بعد اپنا مقصد اصلی ظاہر کرتے ہیں، اس طرح اس فتنے کا دائرہ وسیع ہوتا جارہا ہے اور ملک کے مختلف صوبوں اور بہت سارے شہروں اور دیہاتوں میں شکیل بن حنیف کے پیروکاروں کے گروہ تیار ہو چکے ہیں جو انجانے میں اپنی سب سے قیمتی متاع، ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور اپنے نقصان کا احساس بھی نہیں رکھتے۔

علماء عالی مقام! ایسے حالات میں اس بات کی قطعاً گنجائش نہیں رہتی کہ علماء اور خدام دین خاموش رہیں اور ایسے بدترین فتنے سے امت کو بچانے کے لیے اپنا کردار ادا نہ کریں، جب کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں علماء امت کی ذمہ داری اور فرض منصبی ہے کہ وہ دین کے نام پر ہونے والے ہر بگاڑ کی اصلاح کریں اور دین کی غلط تشریح وتاویل اور ہر قسم کے غلو وتحریف کی تردید کریں۔

اس میں شک نہیں ہے کہ اس وقت علماء کرام کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں؛ اس لیے کہ فتنوں کی ایک باڑھ سی آئی ہوئی ہے، ایک طرف وہ سارے پرانے فتنے پوری قوت کے ساتھ سرگرم ہیں جن سے علماء صدیوں سے مقابلہ کرتے آئے ہیں، جن میں قادیانیت کا تذکرہ بطور خاص ضروری ہے، اس لیے کہ یہ فتنہ آج بھی دنیا کے مختلف ملکوں اور خود وطن عزیز کے مختلف علاقوں میں سرگرم ہے، خصوصاً دیہی اور پہاڑی علاقوں میں ان کی سرگرمیاں شاید پہلے سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ جاری ہیں، جن کا مقابلہ پوری قوت کے ساتھ ہونا ضروری ہے، دوسری طرف عصری تعلیم گاہوں کی مخلوط تعلیم اور حکومت کی نئی تعلیمی پالیسی کی وجہ سے ہماری نسلوں کے دین وایمان کو خطرات

لاحق ہیں، جن کی تفصیلات سے آپ بخوبی واقف ہیں اور مدارسِ اسلامیہ اور ملّی تنظیمیں اس کے سدّ باب کے لیے مسلسل کوشاں ہیں؛ لیکن ان سب کے باوجود یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی بھی فتنے کو نظر کر دیا جائے، اور اس کے خاتمے کے لیے اپنا کردار ادا کرنے میں کوتاہی برتی جائے۔

یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں ۱۹۸۶ء میں کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت قائم کی گئی، جس کے تحت قادیانیت کے فتنے سے امت کو بچانے کے لیے مسلسل کام ہو رہا ہے، اس مجلس کی بہت سی صوبائی وعلاقائی شاخیں بھی قائم ہیں جو کل ہند مجلس کی نگرانی یا اس کے مشورہ کے تحت کام کرتی ہیں۔

کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کی جانب سے عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت اور قادیانیت کی تردید کے لیے بے شمار تربیتی کیمپ اور اجلاس منعقد ہوتے رہے ہیں، اسی طرح کتابیں اور مختصر رسائل و پمفلٹ بھی شائع ہوتے رہتے ہیں، پھر ضرورت پیش آنے پر دیگر فتنوں کے تعاقب وتردید کے لیے بھی مجلس کام کرتی ہے، جیسے شکیلیت، فیاضیت، گوہر شاہیت وغیرہ جو واضح طور پر اپنے باطل عقائد کی بناء پر کفر کے دائرہ میں داخل ہیں، اسی طرح وہ فتنے جو دین کے صحیح مفہوم سے امت کو ہٹانے کے لیے قرآن وحدیث کی ایسی تشریح کرتے ہیں جس سے دین کا حُلیہ ہی مسخ ہو جاتا ہے اور انجام گمراہی تک پہنچتا ہے جیسے انجینئر مرزا اور غامدی کا فتنہ، ان تمام فتنوں کے تعاقب کے لیے مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند کے پلیٹ فارم سے کام جاری رہتا ہے، اس وقت ضرورت کے تحت شکیلیت کے فتنے پر گفتگو کے لیے آپ حضرات کو زحمت دی گئی ہے۔

شکیل بن حنیف کا فتنہ اس دور کا ایسا ہی فتنہ ہے جس کا پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کرنا ناگزیر ہو گیا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ کچھ حضرات اپنے اوقات کا

ایک حصہ اس کے لیے فارغ کریں، بڑے مدارس اپنے نظام میں اس کی گنجائش نکالیں کہ اس موضوع پر کام کیا جاسکے اور خاص طور سے ہر علاقہ کے مقامی علماء وائمہ مساجد کو اس فتنے کے خدوخال سے واقف کرایا جائے اور تمام اہل حق جماعتوں اور تنظیموں کو بھی اس ذمہ داری کی طرف متوجہ کیا جائے۔

اس سلسلے میں آپ حضرات کو زحمت دی گئی ہے کہ طریقۂ کار مشورہ سے طے ہوجائے اور آپ حضرات اس پیغام کو پورے ملک میں عام فرمائیں۔

میں ایک بار پھر آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ضیافت کی تقصیر پر معذرت خواہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ اس نمائندہ اجتماع کو مثمر خیرات وبرکات بنائے۔ آمین

ابوالقاسم نعمانی غفرلہٗ

مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

وصدر کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دوروزہ تربیتی اجتماع برائے علماء وحفاظ وائمہ مساجد

بعنوان:

فتنۂ شکیل بن حنیف اور قادیانیت کا سدِ باب کیوں؟ اور کیسے؟[1]

مورخہ: ۲۵/اپریل ۲۰۱۷ء

زیر اہتمام: مجلس تحفظ ختم نبوت ٹرسٹ تلنگانہ وآندھرا پردیش

بمقام: مدرسہ اسلامیہ گلزار مدینہ، مدینہ گوڑہ میاں پور حیدرآباد

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی أَبْدَعَ الْأَفْلَاکَ وَالْأَرْضِینَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّینَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْأَمِینُ وَعَلٰی آلِهِ وَأَصْحَابِهِ الطَّیِّبِینَ الطَّاهِرِینَ وَبَعْدُ!

محترم علماء کرام اور ذمہ داران مدارس! دارالعلوم دیوبند کے مہتمم ہونے کی حیثیت سے اس مجلس کا صدر ہوں، اور اسی نسبت سے مجھے یہاں حاضر ہونے کا حکم ملا ہے، میں آپ حضرات کو اس مسئلے کی اہمیت اور اس کی ذمہ داری کی طرف متوجہ کرنے کے لیے بیٹھا ہوں۔

اسلام ایک کامل ومکمل دین:

اسلام ایک کامل اور مکمل دین ہے، عبادات کے اعتبار سے بھی، عقائد کے اعتبار سے بھی، احکام اور معاملات اور اخلاق کے اعتبار سے بھی۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کے اوپر حجۃ الوداع کے موقع پر جب یہ آیت نازل ہوئی:

---

(۱) ماخوذ از ''مواعظ ختم نبوت'' ص: ۳۱ تا ۴۸۔ ترتیب: مفتی سید حسن ذیشان قادری قاسمی صاحب

’’ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ‘‘ (سورۃ المائدۃ، آیت نمبر:۳، پ:۶)

جس میں اللہ جل شانہ نے واضح طور پر یہ اعلان فرمادیا کہ آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کی تکمیل کردی اور اس تکمیل دین کے ذریعہ اپنی نعمت تام کردی اور ہمیشہ کے لیے دین اسلام کو دین کے طور پر پسند کرلیا، تو اس کامل اور مکمل دین کے دیگر احکام اور عقائد میں تحفظ ختم نبوت کا عقیدہ بھی شامل تھا۔

آپؐ کی حیات ہی میں عقیدۂ ختم نبوت پر حملہ:

یہ عجیب وغریب بات ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی حیات پاک میں دنیا میں آپ کے رہتے ہوئے سب سے پہلے جس اسلامی عقیدے کے اوپر شب خوں مارنے کی کوشش کی گئی اور اُس کو متزلزل کرنے کی ناپاک سعی کی گئی وہ ختم نبوت کا عقیدہ تھا، آپ ﷺ کی حیات ہی میں اور آپ ﷺ کے وفات کے فوراً بعد مدعیان نبوت سامنے آنے لگے، اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب کا فتنہ اُٹھا، رسول اللہ ﷺ کو مرض وفات میں اسودِ عنسی کے مارے جانے کی اطلاع ملی، آپ نے مسرت کا اظہار فرمایا، پھر جب آپ ﷺ کے جانشین اور کار نبوت میں آپ کے مشن کی تکمیل کرنے والے، آپ ﷺ کے جذبات اور آپ ﷺ کے عواطف کے صحیح علمبردار سیدنا صدیق اکبرؓ نے جب زمامِ خلافت سنبھالی تو سب سے پہلے اُن کو اس فتنہ سے نبرد آزما ہونا پڑا۔

مسلمان کہنے والے کے خلاف بھی جہاد؟

اُس وقت ایک مسئلہ یہ تھا کہ کیا اپنے آپ کو مسلمان کہنے والے کے خلاف جہاد کیا جاسکتا ہے؟ جو دعویٰ کرے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اور کلمہ پڑھے لا الٰہ الا اللہ محمد

رسول اللہ کا اور اپنے آپ کو مسلمان کہے، ختم نبوت کا عقیدہ چھوڑ دینے کی بنا پر یا ایک فریضہ زکاۃ کی ادائیگی سے انکار کر دینے کی بنا پر اُس کے خلاف اُسی طرح جہاد کرنا جائز ہوگا جس طرح دین اسلام کے بالمقابل آنے والے اُس کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والے کفار کے خلاف جہاد کا حکم ہے؟

آپ اگر تاریخ سے واقف ہوں اور یقیناً واقف ہوں گے؛ کیوں کہ یہاں مجمع علماء کرام کا ہے تو آپ کو معلوم ہوگا، صدیق اکبرؓ نے جب اس فتنہ کا نوٹس لیا ہے، تو اسلام میں دوسری حیثیت رکھنے والے أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ (سورۃ الفتح، آیت نمبر:۹۲، پ:۶۲) کے سب سے پہلے مصداق حضرت سیدنا عمر بن خطابؓ کو بھی تردد ہوا۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جذبۂ عزیمت:

لیکن اُس وقت خلیفۂ برحق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن الفاظ میں اپنی عزیمت کا اظہار کیا ہے وہ الفاظ رہتی دنیا تک کے لیے سنہرے حروف میں محفوظ ہو گئے ہیں اور ہمہ وقت وہ زندہ ہیں اور آج اُسی روح کو ہر ایمان والے اور خاص طور سے علم دین کا لیبل لگانے والوں کو اپنے سینے میں جگمگانے اور اُس کو اُٹھانے کی ضرورت ہے، وہ کیا ہے؟ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے جب یہ مسئلہ آیا اُنہوں نے کیا فرمایا تھا؟

”أَيُنْقَصُ الدِّيْنُ وَأَنَا حَيٌّ“، (تخریج مشکوۃ المصابیح لابن حجر ج۵، ص۷۹۳)

کیا وہ دین جس کی تکمیل کا اعلان کیا جا چکا ہے اور جو امانت آقائے نامدار ﷺ سوا لاکھ کے مجمع میں ہمارے کاندھوں پر ڈال کر گئے ہیں، اس کا ہمیں محافظ اور مبلغ بنایا ہے، اُس دین میں کمی کی جائے اور میں زندہ رہوں، میری زندگی کس کام کی ہے؟ یہاں تک فرمایا کہ اگر کوئی میرا ساتھ نہیں دے گا تو تنہا میں اس کام کے لیے کھڑا

ہوجاؤں گا۔

تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضرت! میں نے تو ایک بات عرض کی تھی، اپنا خیال ظاہر کیا تھا؛ لیکن اگر آپ کو شرح صدر ہے، تو ہم سب آپ کے ساتھ ہیں، ہم آپ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے؛ چناں چہ فتنے کا سر کچل دیا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔

مدعیان نبوت پیدا ہوتے رہیں گے:

لیکن آقائے نامدار ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ مدعیان نبوت پیدا ہوتے رہیں گے؛ اس لیے ہر دور میں نئے نئے عنوانات کے ساتھ اور نئے نئے استدلالات کے ساتھ ختم نبوت پر حملہ کرنے والے، جھوٹی نبوت کا دعوی کرنے والے، جھوٹی مسیحیت کا دعوی کرنے والے، جھوٹی مہدویت کا دعویٰ کرنے والے پیدا ہوتے رہے اور آئندہ بھی پیدا ہوتے رہیں گے، تا آنکہ حقیقی مسیح اور حقیقی مہدی کا ظہور نہ ہوجائے۔

اس مسئلے میں ہماری لاپرواہی اور مولانا اسعد مدنیؒ:

لیکن المیہ یہ ہے کہ اتنے بنیادی اور اہم مسئلہ سے عوام تو عوام علماء بھی پورے طور پر واقف نہیں ہیں اور اگر علم کی حد تک واقف بھی ہیں تو جہاں یہ فتنہ سر اٹھاتا ہے اپنی ذمہ داری کو محسوس نہیں کرتے، اللہ حضرت امیر الہند فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ کی قبر کو نور سے بھرے، اُنہوں نے اس فتنے کی زہرناکی کا احساس کیا اور ان کی تحریک پر دار العلوم دیوبند کے اندر بہت بڑے اجتماع میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا انعقاد عمل میں آیا، مجلس تشکیل دی گئی، اُس کا دفتر قائم کیا گیا اور پھر پورے ملک میں اُس کی شاخیں قائم کی گئیں، کہیں کے لوگوں نے زیادہ دلچسپی دکھلائی۔

آپ کا صوبہ اس کام میں اوّل نمبر پر:

اُس میں الحمدللہ آپ کا یہ صوبہ نمبر اول کے اُوپر ہے کہ باقاعدہ اُس کا دفتر ہے، اُس کی تنظیم ہے اور اس کے اس قدر مربوط اور مرتب پروگرام منعقد کیے جارہے ہیں، اُس کو ایک اہم مسئلہ کی طرح محسوس کیا جارہا اور اُس کے لیے سرگرمی دکھلائی جارہی ہے۔

یہ مسئلہ محض ایک علمی وفروعی مسئلہ نہیں:

میرے بھائیو بزرگو! یہ کوئی محض علمی مسئلہ نہیں ہے، محض ایک فروعی مسئلہ نہیں ہے کہ جس طرح اسلام میں بہت سے فرقے پیدا ہوگئے، چلو وہ بھی پنپ رہے ہم بھی پنپ رہے ہیں، دلائل کی روشنی میں اُن کی تردید بھی کردی، اُس کے بعد مطمئن ہوکر بیٹھ گئے یہ جان کے اوپر حملہ ہے اور آپ جانتے ہیں کہ ایک فتنہ قادیانیت کا تو چل ہی رہا تھا، چاہے وہ ''احمدیت'' کے نام سے ہو چاہے ''قادیانیت'' کے نام سے ہو؛ لیکن الگ الگ نام سے ختم نبوت کے اُوپر حملہ کرنے والی تنظیمیں اور مدعیان روز روز سامنے آتے ہیں، ''صدیق دیندار'' کا فتنہ ہو، ''جماعت المسلمین'' کا فتنہ ہو اور تازہ ترین فتنہ ''شکیل بن حنیف'' کا، اِس نے بہت خطرناک صورت حال اختیار کرلی ہے۔

طالبات کے درمیان مسابقہ ایک قابل تحسین قدم:

مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ یہاں طالبات کے اندر مسابقے کرائے گئے ہیں، معلمات کو ان مسائل سے واقف کرایا گیا ہے، یہ انتہائی ضروری قدم تھا؛ کیوں کہ جو رپورٹیں مل رہی ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ شکیلیت کا فتنہ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں اور خاص طور سے عصری تعلیم گاہوں میں تعلیم حاصل کرنے والے نوجوانوں میں یہ فتنہ بڑی تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے اور بہت سے گھرانے اس سے متاثر ہوچکے ہیں۔ ابھی راستے میں مجلس کے

نائب صدر حضرت مولانا مفتی عبدالمغنی صاحب نے مجھ کو بتلایا کہ یہ علاقہ خاص طور سے شکیلیوں کی سرگرمیوں کا مرکز ہے اور اُن کا باقاعدہ یہاں دفتر ہے۔

مسئلہ کی اہمیت کو سمجھیں:

میرے بھائیو! اس مسئلہ کی اہمیت کو سمجھیں۔ مولانا شاہ عالم صاحب نے ابھی پچھلی کارروائی کے حوالہ سے آپ کو بتلایا کہ کوئی علاقہ، کوئی مسجد، کوئی محلّہ، کوئی تعلقہ اور کوئی حصہ شہر کا، صوبے کا ایسا نہیں رہنا چاہیے کہ جہاں تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں کارکن موجود نہ ہوں اور اُس کے ممبر موجود نہ ہوں اور اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے اپنے تمام تر وسائل کو خرچ نہ کر رہے ہوں۔

علامہ کشمیری کی خالص علمی شخصیت اور تحفظ ختم نبوت کے لیے اُن کی قربانی:

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ نے جو خالص علمی آدمی تھے، اُن کی زیادہ تصانیف نہیں ہیں، جو تصانیف ہیں وہ بھی خالص عربی زبان میں یا انتہائی دقیق زبان میں ہیں، انہوں نے پوری زندگی خدمتِ حدیث کے اندر صرف کردی؛ لیکن جب ختم نبوت کا مسئلہ سامنے آیا تو بہاولپور کی عدالت میں اُنہوں نے قادیانیت کے خلاف اور ختم نبوت کے دفاع میں جو سرگرمی دکھلائی اپنے مسند کو چھوڑا، اپنے تلامذہ کی جماعت کو لے کر گئے اور اس تابوت کے اندر آخری کیل ٹھونک کر لوٹے اور اُس کے بعد اُن کے تلامذہ حضرت مولانا مرتضی حسن چاندپوری، حضرت مولانا ابوالوفا صاحب شاہ جہاں پوری، پاکستان میں مولانا یوسف بنوریؒ وغیرہ۔ مجھے پاکستان کے اُن بزرگوں کا نام زیادہ یاد نہیں ہیں، پورے ملک کے اندر ان کے تلامذہ نے اور تلامذہ کے تلامذہ نے اس مسئلہ کی اہمیت کو سمجھا اور اس کا بیڑہ اُٹھایا۔

نبی کی وراثت ان ذمہ داریوں کے ساتھ ہے:

میرے بھائیو! یہ انتہائی اہم مسئلہ ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے علماء کو اپنا وارث قرار دیا ہے ''اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ'' (رواہ الترمذی، رقم الحدیث: ۲۸۶۲، اخرجہ ابوداؤد: ۱۴۶۳) یہ وراثت صرف اس میں نہیں ہے کہ علم حاصل کرلیا، علم کا ٹائٹل لگالیا، علماء کی صف میں شامل ہوگئے اور ہم وارث نبی بن گئے، وارث رسول بن گئے نہیں! بل کہ وراثت ان ذمہ داریوں کے ساتھ ہے کہ جس کو لے کر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تھے، آپ ﷺ نے اپنے خاتم النبین ہونے کا اعلان فرمایا تھا، اس کو اپنی خصوصیات میں شمار فرمایا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذہن بنایا تھا اور واضح ترین الفاظ میں قرآن پاک کی آیات اور احادیث میں اس مسئلہ کو ذکر کیا گیا ہے۔

کسی وارث نبی کے لیے یہ جائز نہیں:

کسی وارث نبی کے لیے جائز نہیں ہے کہ اُس کے اردگرد دور دراز تک یہ فتنہ پنپ رہا ہو، نوجوان اس سے متاثر ہورہے ہوں، اپنے ایمان سے ہاتھ دھورہے ہوں اور باطل تحریکیں اپنا کام کررہی ہوں اور ہم اپنے دائرہ میں، اپنے مدرسے تک، یا اپنی مسجد تک یا اپنے ادارے تک اپنے کو محدود رکھیں، اگر ختم نبوت پر حملہ ہوا ہمارے نوجوانوں کے ایمان رخصت ہوئے اور وہ ان باطل تحریکوں کا شکار ہوگئے، تو ہمارا یہ علم کس کام کا، ہماری یہ دستاریں اور سندیں کس کام کی ہیں؟

کیا محشر میں حضور ﷺ ہم سے نہیں پوچھیں گے؟

کیا محشر میں رسول اللہ ﷺ یہ سوال نہیں فرمائیں گے، ہم سے پوچھ نہیں ہوگی کہ تمہارے سر کے اوپر تمہاری ناک کے نیچے فتنہ پنپ رہا تھا، میری ختم نبوت کا انکار

ہورہا تھا، میری احادیث کے اندر تحریف کی جارہی تھی، قرآن پاک کی آیات کا حلیہ بگاڑا جارہا تھا، تمہارے سینہ میں قرآن کا، احادیث کا علم تھا ہم علم دین کے علمبردار تھے تم نے اس کا نوٹس کیوں نہیں لیا؟ جتنی تمہاری استطاعت تھی اُتنی تم نے اُس کے لیے محنت کیوں نہیں کی؛ اس لیے میرے بھائیو! اس مسئلہ کی اہمیت کو سمجھیں، اپنی صلاحیت کو استعمال کریں، اقدامی طور پر مسجدوں میں اس کو موضوع بنا کر اپنے جمعہ کے خطبات میں، اصلاحی جلسوں میں، اپنے بیانات میں لوگوں کو سمجھائیں، لوگ سمجھتے نہیں، جانتے نہیں کہ ختم نبوت کا عقیدہ کتنا بنیادی عقیدہ ہے۔

یہ اختلافی مسئلہ نہیں ہے:

آج اتحاد، اتفاق کا نعرہ لگایا جاتا ہے اور یہ باوَر کرانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ کوئی اختلافی مسئلہ نہ چھیڑا جائے۔ یہ اختلافی مسئلہ نہیں ہے، اختلاف کا مطلب تو یہ ہے کہ مسلمان مسلمان میں آپس میں کسی جزئی مسئلہ میں اختلاف ہو جائے تو اُس اختلاف کو وہیں تک محدود رکھا جائے اور آپس میں انتشار پیدا نہ ہونے دیا جائے۔

عقیدۂ ختم نبوت عالم اسلام کا متفقہ مسئلہ:

لیکن جس عقیدے کی بنیاد پر تمام دنیا میں ہر پلیٹ فارم پر پارلیمنٹ میں، عدالت میں اور ملکوں کی بین الاقوامی کانفرنس میں یہ متفقہ اعلان ہو چکا ہو کہ ختم نبوت کے انکار کرنے والے دائرۂ اسلام سے خارج ہیں، وہاں سہل انگاری کسی قیمت پر جائز نہیں ہے، کوئی مسئلہ نہیں تھا اگر قادیانی یا شکیلی اعلان کر دیتے کہ اسلام کے بالمقابل ہمارا بھی ایک مذہب ہے جیسے ''ہندوازم'' ایک مذہب ہے، ''بودھ مت'' ایک مذہب ہے، ''جینیوں'' کا ایک مذہب ہے، اور بھی دوسرے بہت سے مذاہب ہیں، اسی طرح

قادیانی ایک مذہب ہے، شکیلیت ایک مذہب ہے، اسلام سے الگ ایک مذہب ہونے کا وہ اعلان کر دیتے ہمیں کچھ لینا دینا نہیں تھا۔

یہ جرم قابل برداشت ہیں:

لیکن اسلام کا نام لے کر اپنے آپ کو مسلمان کہہ کر، اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کا نام دے کر اور اسلام کا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر مسلمانوں جیسا نام رکھ کر اپنے کو مسلمان کہتے ہوئے ختم نبوت کے عقیدے سے برگشتہ ہو کر کسی دوسرے کے لیے نبوت یا مہدویت یا مسیحیت کا دعوی کرنا اور دوسروں کو اُس کی طرف بلانا، دوسروں کو اُس میں داخل کرنے کی کوشش کرنا یہ جرم کسی بھی قیمت پر قابلِ برداشت نہیں ہے۔

یہ ہماری ذمہ داری ہے:

اور ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ اس کے قلع قمع کرنے کے لیے جتنا ہو سکے علمی اعتبار سے اپنی تحریروں کے ذریعے، اپنے مواعظ کے ذریعے اپنے خطابات کے ذریعے طلبہ اور نوجوانوں کے درمیان تمرین اور تربیت کے ذریعے اس ذمہ داری کو ہم ادا کریں گے، ہم اس کے بغیر اس سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے ہیں۔ چند روزہ جو تربیتی کیمپ لگائے جاتے ہیں، ظاہر بات ہے کہ اس میں جتنی بھی معلومات آپ کو دی جائیں گی وہ بنیادی ہوں گی، وہ اُصولی ہوں گی، وہ پمفلٹ اور وہ کتابیں جو ان طبقوں کی طرف سے، ان فرقوں کی طرف سے لکھی گئی ہیں، جن کے ذخائر ہیں، جو عوام میں مختلف زبانوں میں تقسیم کی جاتی ہیں، وہ ساری کی ساری تفصیل ان چند دنوں میں آپ کے سامنے نہیں آسکتی، لیکن مسئلہ کی نوعیت، اُس کی اہمیت اور اس سلسلہ میں ہم کس طریقے سے کام کریں اور ہماری کیا ذمہ داری بنتی ہے اصولی اعتبار سے ان باتوں کو آپ کے سامنے لایا جاسکتا ہے۔

اصل مسئلہ ذمہ داری کا احساس ہے:

اور اصل مسئلہ یہ ہے کہ آپ کو آپ کی ذمہ داری کا احساس دلاتا ہے، جب ذمہ داری کا احساس پیدا ہو جائے گا، فکر مند ہو جائیں گے اور جو کام ہو رہا ہے اُس کا رواں میں اپنے آپ کو آپ شریک کر لیں گے اور جہاں آپ کو مشورہ کی ضرورت ہوگی، رہنمائی کی ضرورت ہوگی، مجلس سے رابطہ قائم کر کے اُس کو حاصل کریں گے اور جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے صلاحیت دی ہے، استطاعت عطا فرمائی ہے، آپ اُس کو پیش کریں گے، تو ان شاء اللہ اس کارکردگی میں آپ کا حصہ ہوگا۔

ان کی تنظیمیں خفیہ طور پر کام کر رہی ہیں:

اس طرح آپ اپنی نسلوں کی حفاظت کریں گے، اپنے بچوں کی حفاظت کریں گے، اپنی بچیوں کی حفاظت کریں گے، گھروں کے اندر عورتیں آ رہی ہیں اور بچیوں کے اندر طالبات آ رہی ہیں، اسکولوں میں، کالجوں میں، یونیورسٹیوں میں خفیہ طریقے پر یہ تنظیمیں کام کر رہی ہیں اور عموماً ایسا ہوتا ہے کہ جب ہمارے نوجوان اس میں اس حد تک مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اُن کا ذہن اُس کو قبول کر لیتا ہے، اُس کے بعد ہمیں خبر ہوتی ہے اور پھر ہم محنت کرنا شروع کرتے ہیں، کہیں کامیابی ملتی ہے کہیں کامیابی نہیں ملتی؟ اس لیے ابھی مولانا نے آپ کو بتلایا۔

عقائد کی کتابیں اپنے پیسوں سے خرید کر مطالعہ کریں:

کچھ کتابیں عقائد کے سلسلہ کی تیار ہوئی ہیں، آپ اُن کو اپنے پاس رکھیں، اور الحمد للہ اسلامی کتب خانے میں اچھا خاصا ذخیرہ موجود ہے، ختم نبوت کے موضوع پر تیاری کرنے کے لیے، مطالعہ کرنے کے لیے، جانکاری حاصل کرنے کے لیے، آپ

اپنے پیسے سے اُن کو خریدیں اور اپنے پاس رکھیں، مطالعہ کریں، اتنے تیار ہو جائیں کہ یہ مسئلہ کسی بھی عنوان سے، کسی بھی پہلو سے آپ کے سامنے آئے تو آپ کے پاس اُس کی معلومات ہوں، اور آپ ڈٹ کر اُس کا مقابلہ کر سکیں، اس احساسِ ذمہ داری کے ساتھ آپ یہاں سے رخصت ہوں اور اپنی فیلڈ میں جا کر، اپنے میدانِ عمل میں جا کر آپ پوری ذمہ داری کے ساتھ اپنے کام کے اندر لگیں۔

مدارس کے طلبہ اور تعلیم یافتہ نوجوانوں میں کام بڑھانے کی ضرورت:

الحمد للہ! جو نقشہ ہمارے سامنے آیا خاص طور سے ابھی جو طالبات کے مسابقہ کا ذکر آیا اور اُس کے جو نتائج سامنے آئے یہ بڑی خوبی کی بات ہے کہ اس کام کو دلچسپ بنانے کے لیے، کہ اس میں دلچسپی پیدا ہو، شوق آئے اور خود بچیاں اور بچے اپنے شوق سے اس کام کے اندر حصہ لیں، ایسی شکل بنائی گئی ہے اور بھی ادارے ہیں، یہ تو طالبات میں کام ہوا ہے، مدارس میں جہاں طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہیں اُن میں اور اسی طریقے سے مدارس کے باہر جو تعلیم یافتہ نوجوان ہیں اُن کے درمیان اس کام کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔

عملی کوتاہیوں سے نجات ممکن ہے، مگر!

کسی بھی طرح کے فتنہ کا الزام ہمارے اوپر نہ آئے، ہم اپنے صحیح عقیدہ کا اظہار کریں گے، ہمارے بنیادی عقیدوں کے اندر یہ چیز شامل ہے ایک ہے کسی عملی کوتاہی کے اندر مبتلا ہو جانا، کتنے نوجوان ہیں جو نماز نہیں پڑھتے، کتنے نوجوان ہیں جن کی شکل وصورت اسلامی نہیں ہے، کتنے نوجوان ہیں جو بعض عملی کوتاہیوں میں مبتلا ہیں، غلط عادتوں میں مبتلا ہیں، اُن کے اُوپر بھی ہم محنت کرتے ہیں، اصلاح معاشرہ کا جلسہ

کرتے ہیں، تنظیمیں قائم کرتے ہیں؛ لیکن سب کے بعد وہ بہر حال مسلمان ہیں، کبھی نہ کبھی اُن کے لوٹ کر آجانے کی امید ہے اور خدانخواستہ اسی حال میں جو چلے گئے تو اپنے ایمان کی بدولت آخر کار وہ نجات پا جائیں گے، لیکن جس کے بنیادی عقیدے میں تزلزل آچکا ہے، جو بنیادی عقیدے سے منحرف ہو چکا ہے، چاہے وہ شکل وصورت کے اعتبار سے مسلمان ہو، مسلمان ہونے کا دعوی کرتا ہو اور اعمال بھی مسلمانوں جیسے کرتا ہو، شکل صورت بھی بنا رکھی ہو، لباس بھی اُسی طرح کا ہو، نام بھی اُسی طرح کا ہو؛ لیکن ایمان اُس کے دل سے رخصت ہو چکا ہے تو یہ کتنا بڑا خسارہ ہے۔

اس خسارے میں اگر ہماری سہل انگاری بھی دخیل ہے؟ تو!

ہماری سہل انگاری سہولت پسندی یہ غفلت اگر اُس کے اندر دخیل ہے، تو ہم اپنے آپ کو اُس کی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں قرار دے سکتے، اپنے آپ کو ہم چاہے مطمئن کر لیں؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اُس کی کوتاہی اور ذمہ داری کے اندر ہم شریک ہوں گے۔

کتابوں کے متعلق معلومات حاصل کریں:

اس لیے میرے بھائیو! اس کام کو پوری ذمہ داری کے ساتھ آپ کو محسوس کرنا چاہیے، کتابوں کے سلسلے میں معلومات حاصل کریں، کتب خانوں میں کتابیں موجود ہیں، مدارس کے اندر جو پرانی کتابیں ہیں، جو ذخیرے ہیں اُن کے اندر کتابیں موجود ہیں، خاص طور سے پاکستان میں مولانا منظور احمد چنیوٹی اور مولانا اللہ وسایا صاحب، اُن کی کتابیں ہیں، علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے رسائل ہیں، یہ تمام کی تمام کتابیں موجود ہیں، ہم اُن کتابوں کو حاصل کریں۔

یہ ہماری دینی حمیت کا مسئلہ ہے:

اور خود مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند کے تحت یہ کام مستقل ہو رہا ہے، آپ مرکز سے رابطہ کے اندر ہیں، آپ کے علاقہ کا جو مرکز ہے یہاں سے بھی رابطہ رکھیں اور دارالعلوم دیوبند میں جو مرکز ہے وہاں سے بھی رابطہ رکھیں، اس کا انتظار نہ کریں کہ کوئی ہمیں متوجہ کرے گا، ہم سے کہے گا تب ہم کھڑے ہوں گے، یہ ہماری اپنی دینی حمیت کا، مذہبی ذمہ داری کا مسئلہ ہے۔

بیان کردہ تفصیلات کی یادداشت مرتب کرلیں:

میں نفس مسئلہ کے اوپر زیادہ تفصیل کے ساتھ روشنی نہیں ڈال سکتا، یہ کام ہمارے مربی صاحب کا ہے اور آپ حضرات جو یہاں کل سے شریک ہیں مولانا نے بتلایا کہ چار مسائل کے اُوپر گفتگو ہو چکی ہے، آپ اُس کی یادداشت مرتب کرلیں، یادداشت لکھ کرلے جائیں اور اُس کو پھر اچھے طریقے سے صاف کر کے اپنے پاس محفوظ رکھیں اور ان بیانات میں جن کتابوں کے حوالے دیے گئے ہیں اُن کتابوں کو مہیا کریں؛ تاکہ صرف اقتباسات کے اُوپر مدار نہ رہے۔

فرق باطلہ کے لٹریچر کو بھی بنظر غائر دیکھتے رہیں:

اس کے ساتھ ساتھ اپنی کتابوں کے علاوہ ان فرقوں کی طرف سے خاص طور سے قادیانیت اور شکیلیت کی طرف سے اس سلسلے میں جو کتابیں، پمفلٹ، کتابچے وغیرہ شائع ہو رہے ہیں اُن کو حاصل کریں، بہ نظر غائر اُن کا مطالعہ کریں، اُن پر نشانات لگائیں اور اُن کی تردید کے لیے جو آپ کے پاس دلائل ہیں اُن کو مرتب کریں۔

سوال کرنے والے کو پوری طرح مطمئن کریں:

ایک بات اور عرض کرنی ہے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی نوجوان کسی دوسرے شخص سے متاثر ہو گیا، وہ ہمارے پاس آتا ہے، ہم سے تعلق ہے، عالم سمجھ کر ذمہ دار سمجھ کر ہم سے ملاقات کرتا ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ ارے تم کسی فتنے میں پڑ گئے ہو، ان چیزوں کو چھوڑو، اُن سے ملاقات مت کرو، اُن کی باتیں مت سنو، اپنے کام میں لگے رہو، وہ اُن کی باتیں نقل کرتا ہے، ہم اُس کو جواب دے کر مطمئن کرنے کے بجائے کبھی محبت سے، کبھی ڈانٹ کر بھگا دیتے ہیں، اُس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ وہ جو شک کی بنیاد اس کے دل اندر پڑ گئی ہے، وہ اور مضبوط ہو جاتی ہے، کہ میں تو ان کے پاس مسئلہ کی بات لے کر آیا ہوں، وہ تو دلیل پیش کر رہے ہیں اور عجیب وغریب بات یہ ہے کہ وہ قرآن کی آیات پیش کر رہے ہیں اور حدیث پیش کر رہے ہیں، کتاب کا حوالہ دے رہے ہیں، اگرچہ اُس کی من مانی تشریح کرتے ہیں، اُس کے اندر تحریف کرتے ہیں اور مولانا صاحب ہم کو جواب دینے کے بجائے ہم کو بھگا رہے ہیں، ہم کو ڈانٹ رہے ہیں اور صرف یہ تلقین کر رہے کہ ان باتوں میں مت پڑو، یہ تمہارا کام نہیں ہے، یہ علماء کا کام ہے۔

اس سے کام نہیں چلے گا:

مولانا اس سے کام نہیں چلے گا، آپ اُس کو مطمئن کریں، اُس کے دل کے اندر کے شک وشبہ کو دور کریں، جتنا وہ متاثر ہو چکا ہے اُس سے زیادہ آپ کو خود متاثر کرنا ہے، اُس کے دل میں پیدا ہونے والے شک وشبہ کا ازالہ کرنا ہے، جو آیات یا احادیث اور اُن کی تشریحات کو پیش کر رہا ہے اُس کو صحیح شکل میں اُس کے سامنے لے آنا ہے، جو

غلطی ہو رہی ہے اُس کی نشاندہی کرنی ہے، مطمئن کر کے اُسے اُٹھانا ہے، اُس کے لیے آپ اپنا وقت خرچ کریں۔

آپ کا وقت بہت قیمتی ہے، مگر یہ وراثتِ نبوت کی ذمہ داری ہے:

یقیناً آپ کا وقت بہت قیمتی ہے، آپ قرآن وحدیث کا مطالعہ کرتے ہیں، طلبہ کو پڑھاتے ہیں، مسجدوں میں خطابت کی ذمہ داری آپ کی ہے، اپنی ذاتی مشغولیات ہیں؛ لیکن منصب کے اعتبار سے سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ جس دین کے آپ علمبردار ہیں اور جس وراثت کے آپ حامل ہیں اُس حوالہ سے جو آپ کی ذمہ داری ہے، وہی اصلی ذمہ داری کہلائے گی۔

اپنی ذمہ داری تمام چیزوں پر مقدم:

اُس ذمہ داری کو تمام چیزوں پر مقدم رکھنا چاہیے، اور میں پھر دوہراؤں گا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں سو جاؤں اور دین مٹتا رہے، میں کھانا کھاؤں اور دین مٹتا رہے، کیا کہا تھا ''أَيَنْقَصُ الدِّيْنُ وَأَنَا حَيٌّ'' میں زندہ رہوں اور دین کے اندر کمی آئے، یہ کیسے ہوسکتا ہے، یعنی زندگی تجنے کے لیے تیار ہوگئے، میری حیات میں یہ کام نہیں ہوسکتا۔

صدیقی روح کو اپنے اندر زندہ کرنا پڑے گا:

حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کی ایک کتاب آئی تھی ''رِدَّةٌ وَلَا أَبَابَكْرٍ لَهَا'' اس مختصر سے لفظ میں یہی دعوت دی گئی ہے کہ ارتداد نئی نئی شکلوں میں سر اُٹھاتا رہے گا اور ہر فتنے کا مقابلہ کرنے کے لیے اُسی صدیقی روح کو اپنے اندر زندہ کرنا پڑے گا۔

نام بدل بدل کر، چولے بدل بدل کر، عنوان بدل بدل کر یہ فتنے سامنے آئیں گے۔ ابھی تو چند ہیں، کہا نہیں جا سکتا حضور ﷺ نے تو قیامت تک پیشین گوئی کی تھی اور بھی کئی نئے نام کے یہ فتنے سامنے آئیں گے۔

آپ کی ایمانی حس اور شعور ایسا ہو:

آپ کو اُس وقت انتظار نہیں کرنا ہوگا کہ دارالعلوم دیوبند کی مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے یا صوبائی دفتر کی طرف سے آپ کو بتلایا جائے یہ نیا فتنہ ہے اور یہ اسی سے متعلق ہے، آپ خود اتنے بیدار رہیں، آپ کے اندر اتنا شعور پیدا ہو چکا ہو، آپ کی ایمانی حس اتنی متاثر، اتنی مضبوط ہو چکی ہو کہ جہاں اُس کے اس بنیادی عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف کہیں کچھ شوشہ بھی چھوڑا جائے تو آپ کی روح پھڑک اُٹھے اور فوراً آپ کو اُس کا احساس ہو جائے اور فتنے کا سر روز اول ہی کچلنے کی کوشش کریں اور اُسی جذبے کو پیدا کریں کہ میری زندگی میں یہ کام کیسے ہو رہا ہے؟ میں کس مقصد کے لیے زندہ ہوں، کیا میں عالم ہوں، میں دیندار ہوں، کم سے کم یہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھنے والا ہوں، آپ کے امت کا ایک فرد ہوں، میری موجودگی میں یہ فتنہ سر اٹھائے اور پنپے اور ہمارے کلمہ گو نوجوان لڑکے لڑکیاں اور ہمارے افراد اس کا شکار ہو جائیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

میں مبارک باد دیتا ہوں:

میرے بھائیو بزرگو! اس پروگرام کے اندر پوری دلچسپی کے ساتھ حصہ لیں اور عزم لے کر یہاں سے رخصت ہوں۔ میں مبارک دیتا ہوں مولانا ارشد علی صاحب، اُن کے رفقاء مجلس تحفظ ختم نبوت کے ذمہ داران، اُس کے صدر، نائب صدر اور کمیٹی کے تمام ممبران کو۔

اس صوبے کی کارکردگی سے خوشی ہوئی:

اس سے پہلے حاضری ہوئی تھی، تو یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی کہ ماشاءاللہ اس صوبے میں اس کا مستقل دفتر ہے مستقل اس کے ارکان ہیں اور جگہوں پہ بھی کام ہو رہا ہے۔ مگر آپ کا صوبہ قابلِ مبارک باد ہے، اس کی کارکردگی اطمینان بخش ہے۔

کام تو ہو رہا ہے، مگر ایک شکایت ہے:

لیکن ایک بات کی شکایت ہے کہ جس طرح مدرسے میں بہت سے شعبے ہوتے ہیں، ایک مکاتب کا دفتر ہے، ایک اصلاح معاشرہ کا دفتر ہے، تنظیم وترقی کا دفتر ہے، اُسی طریقے سے ایک ضمنی کام کے طور پر اس کو بھی لے لیا گیا ہے۔

میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ مدرسے میں تعلیم دینا جو مدرسے کی بنیاد کا مقصد ہے اُس سے زیادہ یہ اہم کام ہے، تعلیم بند کرنی پڑے اگر چند روز کے لیے، تمام اساتذہ کو نکال کر روانہ کرنا پڑے چند دنوں کے لیے، تمام طلبہ کو اسی کام میں لگانا پڑے چند دنوں کے لیے تو مدرسے کی تاسیس کا، اور مدرسے کے قیام کا تعلیم سے اہم یہ کام ہے، جب دین ہی نہیں رہے گا، جب عقیدہ ہی محفوظ نہیں رہے گا، جب محمد رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت ہی محفوظ نہیں رہے گی، تو ہم کتاب اللہ، سنت رسول اللہ کی تعلیم کس کو دیں گے اور یہ ہمارے کس کام آئے گی؟

اپنی ذمہ داری کو محسوس کرو:

میرے بھائیو، بزرگو! اپنی ذمہ داری کو محسوس کرو۔ آپ کا یہاں پر آنا، اپنا وقت لگانا، اس میں شرکت کرنا یقیناً اُسی دلچسپی کا غماز ہے، لیکن یہ جذبہ یہیں تک محدود نہیں

رہنا چاہیے، یہاں سے اوراس جذبہ کے اندر اضافہ کر کے عزم کر کے یہاں سے اٹھیں اور جو کام کرنے والے حضرات ہیں اُن کا ہاتھ بٹائیں، اپنے کو پیش کریں اپنا نام درج کرائیں کہ میں فلاں مدرسے کا مدرس ہوں، اِس خدمت کے واسطے ہمہ وقت تیار ہوں، مدرسے کے جو مہتممین ہیں، صدرالمدرسین ہیں، اُن کی یہ ذمہ داری ہے کہ اپنے مدرسے کے اندر اس کا باقاعدہ ہر جگہ شعبہ قائم کریں۔

ہم ہمہ وقت مستعد ہیں:

اور جہاں اُس کا جو صوبائی دفتر ہے وہاں اس کی اطلاع کریں کہ ہم اپنے مدرسے کی طرف سے اس خدمت کے لیے تیار ہیں، جب جس مقام پر جہاں افراد کی ضرورت پیش آئے گی ہم خود کو پیش کرنے کے لیے ہمہ وقت مستعد ہیں؛ تاکہ ان فتنہ پروروں کو یہ محسوس ہو سکے کہ ملت اسلامیہ بیدار ہو چکی ہے، اپنی ذمہ داری کا احساس کر رہی ہے، اور اب ہمارے لیے ان کے درمیان گھس کر اپنی فتنہ انگیزیوں کے لیے کوئی گنجائش باقی نہیں رہ گئی۔

اختتام

میں زیادہ دیر گفتگو نہیں کر سکتا، بہر حال اس کارواں میں شریک ہونے کے لیے اور اس میں اپنا حصہ درج کرانے کے لیے حاضر ہو گیا ہوں، ابھی یہیں رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ اِس سلسلے کو جاری رکھے، کام کرنے والوں کی مدد فرمائے، اُن کے عزم و حوصلے میں اضافہ فرمائے، ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور اس راستے کی تمام رکاوٹوں کو دور فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

علماءِ دیوبند کا تعارف، قابلِ قدر کارنامے اور ختم نبوت[1]

مورخہ: ۱۵؍فروری ۲۰۱۹ء

بمقام: جامع مسجد کولون ہانگ کانگ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ. (الجمعۃ:۲، پ:۲۸)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ

محترم علماءِ کرام، ائمہ مساجد، باشندگانِ شہر ہانگ کانگ! میں سب سے پہلے اپنی اِس عزت افزائی پر تہِ دل سے آپ تمام حضرات کا شکریہ ادا کرنا اپنا فریضہ سمجھتا ہوں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کا یہ سارا تعلق اور اظہارِ محبت درحقیقت ابوالقاسم کی ذات کے ساتھ نہیں ہے؛ بل کہ اُس نسبت کے ساتھ ہے جو اِس ناکارہ کو بزرگوں کی برکت سے حاصل ہے، یعنی دارالعلوم دیوبند کے ساتھ وابستگی اور اُس کی خدمت کا شرف۔

نبی رحمت ﷺ کا مقصدِ بعثت:

میں نے ابھی آپ کے سامنے قرآنِ کریم کی ایک آیت تلاوت کی ہے، جس میں اللہ جل شانہ عم نوالہ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصدِ بعثت بیان فرمایا ہے، یقیناً علماءِ کرام کی زبانی آپ اِس آیتِ کریمہ اور اِس کی تشریح کو بار بار سنتے ہوں گے، اللہ جل شانہ

(۱) ماخوذ از ''مواعظ ختم نبوت''، ص:۴۷ تا ۱۰۲۔ ترتیب: مفتی سید حسن ذیشان قادری قاسمی صاحب

نے اِس آیتِ کریمہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صفات ذکر فرمائیں: یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ، اللہ کی طرف سے جو آیات نازل ہوتی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی تلاوت فرماتے ہیں، ان کو پڑھ کر سناتے ہیں۔ وَیُزَكِّیْهِمْ، اُن کا تزکیہ فرماتے ہیں۔ تزکیہ کے معنی صاف ستھرا کر دینا، پاک کر دینا، یہ تزکیہ کس چیز سے ہے؟ عقائد اور ایمانیات کے اندر جو خلل ہو اُس کو ٹھیک کر دینا اور اخلاقیات کو درست کر دینا، اخلاق کے اعتبار سے، عادات کے اعتبار سے، معاملات کے اعتبار سے پاکیزہ بنانا اور اِسی کے ساتھ ساتھ عقیدہ کو درست کرنا، اُس کے بعد وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ کتاب کی اور حکمت کی تعلیم۔ کتاب وہی قرآنِ پاک ہے، ایک ہے تلاوتِ آیات یعنی قرآن کی آیات کو پہونچا دینا اور ایک ہے تعلیم یعنی قرآن کے معانی کو سمجھانا، اُس کے احکام کو سمجھانا۔ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ۔ (سورۃ النحل: ۴۴، پ: ۱۴) یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب بیان کیا گیا کہ ایمان والوں کے اوپر اللہ کی طرف سے جو کتاب نازل کی گئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی تشریح فرمائیں، اور حکمت و دانائی کی باتیں بتائیں۔

حکمت کی تفسیر میں علماء کے اقوال:

حکمت کی تفسیر میں علماء و مفسرین کے بہت سے اقوال ہیں، مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے معارف القرآن میں تحریر فرمایا ہے کہ: سب سے مختصر اور سب سے جامع چیز اِس کی شرح میں سنت، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو سنت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو احادیث ہیں وہ اور حکمت و دانائی کی باتیں اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اُوْتِیْتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ (رواہ الترمذی، رقم الحدیث: ۲۶۶۴) مجھے قرآن کے ساتھ اُسی کے مانند اور بھی دیا گیا، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو احادیث ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ارشادات ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو معمولات ہیں وہ

بھی وحی الٰہی کا ایک حصہ ہیں؛ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام کیا ہے؟ وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی، اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (النجم: ۳-۴، پ۲۷) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں فرماتے، جو فرماتے ہیں اللہ کی طرف سے وحی ہوتی ہے۔

وحی کی دو قسمیں:

اسی لیے علماء نے وحی کی دو قسمیں کی ہیں، ایک وحی متلو (تلاوت کی جانے والی وحی) جو قرآنِ پاک ہے، دوسری وحی غیر متلو یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات۔

نبی ﷺ کے بعد کارِ نبوت امت کے سپرد ہے:

آپ ﷺ کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد آپ ﷺ کا جو کارِ نبوت تھا، کارِ منصبی تھا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے سپرد ہوا، براہِ راست صحابہ کرام اُس کے حامل بنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ (رواہ ابوداؤد، رقم الحدیث: ۳۶۴۱) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ورثاء علماءِ امت ہیں۔ وارث کو مورِث کی تمام ذمہ داری سنبھالنی ہوتی ہے؛ اس لیے جو کارِ نبوت تھا، یعنی تلاوتِ آیات، تزکیہ اور تعلیمِ کتاب وحکمت اِس کو جماعتِ علماء نے پوری ذمہ داری کے ساتھ سنبھالا، خود رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا تھا: اَلَا فَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ مِنْکُمْ (رواہ النسائی، رقم الحدیث: ۲۵۶۸) کہ جو یہاں موجود ہیں، جن تک یہ دین پہونچ چکا ہے وہ اِس کو اگلی امت تک، اگلی نسل تک پہونچائیں۔

ہر دَور کے علماء نے اپنی ذمہ داری ادا کی:

الحمدللہ! ہر دَور کے علماءِ حق نے اِس ذمہ داری کو کما حقہ ادا کیا اور اُنہیں کا احسان ہے کہ آج ۱۴ر صدی مکمل ہو جانے کے بعد ہم اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کا نام جانتے ہیں

اور بغیر کسی آمیزش کے صحیح دین ہمارے پاس موجود ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی تھی: يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عَدُوْلُهُ يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ وَتَاْوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ (مشکوٰۃ المصابیح:۳۶) ارشاد فرمایا کہ اِس علم کو ہمیشہ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عَدُوْلُهُ ہر پچھلے سے جو اگلے لوگ ہوں گے، عادل معتدل مزاج، صحیح سمجھ رکھنے والے وہ اُس کو حاصل کریں گے۔

معتدل علماءِ امت کے تین کام:

اور اُن کا کام کیا ہوگا؟ تین کام بتلائے، فرمایا کہ جاہلوں کے ذریعے دین کے اندر جو کچھ تحریف ہوجائیگی اُس کو وہ دُور کریں گے، غلو پسند لوگوں کی طرف سے جو تاویلات ہوں گی اصل صحیح معنیٰ کو چھوڑ کر احادیث کے اور آیات کے جو غلط معانی بیان کیے جائیں گے اُن کی تصحیح کریں گے وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ باطل پرستوں کے جھوٹے دعوؤں کی قلعی کھولیں گے، اُس کا ابطال کریں گے۔

دین میں خلل آنے کی شکلیں:

دین میں جو خلل آتا ہے اُس کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں، بعض وہ ہوتے ہیں کہ جو جاہل ہیں اُن کو حقیقت کا پتہ ہی نہیں، بعض بات تو صحیح کہتے ہیں؛ لیکن حد سے آگے بڑھ جاتے ہیں وہ غلو پسند کہلاتے ہیں اور بعض کی بنیاد ہی غلط ہوتی ہے، باطل ہی پر بنیاد قائم ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِس علمِ دین کے حامل ہر دَور کے اندر اپنے بڑوں سے، اپنے اسلاف سے ایسے علم کو حاصل کریں گے جس کی روشنی میں وہ اِن تینوں قسم کی خرابیوں کو دُور کریں گے، دین میں جو غلط تاویلات ہوں گی، جو تحریفات ہوں گی، جو باطل دعوے ہوں گے اُن کا ابطال کرتے رہیں گے۔

ہر صدی پر ایک مجدّد:

اسی طرح ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث:۴۲۹۱)

اللہ تعالیٰ اِس امت کے اندر ہر سو(۱۰۰) سال کے سِرے پر ایسے افراد کو پیدا فرمائیں گے کہ جو دین کی تجدید کریں گے، غلط چیزوں کی جو آمیزش ہوگئی اُن کی نشاندہی کریں گے، چاہے اُن کا تعلق اخلاق سے ہو، اعمال سے ہو، عقائد سے ہو، معاملات سے ہو۔ یہ کام ہر صدی کے اندر ہوتا رہیگا۔

چناں چہ بالاتفاق اِس امت کے سب سے پہلے مجدد حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ہوئے ہیں، ملوکِ بنوامیہ کی طرف سے جو نامناسب چیزیں حکومت میں اور مسلم معاشرہ میں آگئی تھیں اُن سب کا قلع قمع کیا۔

دوسرے مجدد حضرت امام شافعی رحمہ اللہ ہوئے۔ علماء نے اِس پر باقاعدہ کتابیں لکھی ہیں، ایک کتاب آثارِ رحمت طالبِ علمی کے زمانہ میں؛ میں نے دیکھی تھی، جو کہیں غائب ہوگئی، اُس میں اُنہوں نے صدی در صدی ہر مجدد کی نشاندہی کی ہے۔

کبھی کبھی ایک ہی دَور میں مختلف علاقوں کے اندر الگ الگ مجدد ہوئے۔ حضرت علامہ ابراہیم صاحب بلیاوی رحمہ اللہ جو شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد تھے اور مجھے اُن سے دو کتابیں پڑھنے کا شرف حاصل ہوا ہے، مسلم شریف کا مقدمہ کتاب الایمان اور ترمذی شریف (جلد اوّل)، وہ یہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کبھی یہ خدمت افراد سے لیتے ہیں، کبھی جماعتوں سے لیتے ہیں، فرماتے تھے کہ اِس صدی کا مجدد دارالعلوم دیوبند ہے۔

اکابر علماءِ دیوبند اور مختلف دفاعی کام:

اللہ تعالیٰ نے مختلف کام مختلف اکابر سے لیا، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ۔

اِن سب کے اپنے میدان ہیں، فقہ وحدیث کی خدمت حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے ذریعے ہوئی، عقائد، علمِ کلام اور باطل جماعتوں کی طرف سے آریہ سماج، سناتن دھرمی اور عیسائی کی طرف سے جو حملے ہوئے اُن کا دفاع حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے فرمایا، علمِ تصوف میں جو آمیزش کردی گئی اور غلط چیزیں شامل کردی گئیں اُن کا دفاع حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا اور ابھی ہمارے بھائی مولانا محمد الیاس نے نام لیا تھا سیّد الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ کا، یہ سب کے سب فیض یافتہ تھے اُسی سرچشمہ علم وہدایت کے، یہ اُن کا فیض تھا۔

میں حاجی صاحب کا معتقد ہوا ان کے علم کی بناء پر:

وہ عرفی عالم نہیں تھے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کو وہ علمِ لدنی عطا فرمایا تھا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ ''الامام القاسم النانوتوی'' وہ فرماتے تھے کہ لوگ تو حضرت حاجی صاحب کے معتقد ہوئے اُن کے تصوف کی بناپر، اُن کی بزرگی کی بناپر اور میں حاجی صاحب کا معتقد ہوا اُن کے علم کی بناپر، یہ اُن کا فیض تھا اور ابھی آپ نے سنا کہ دارالعلوم دیوبند کی بنا اُن ہی بزرگوں کی دعاؤں کا ثمرہ تھی۔

تو اِس جماعت نے ہر باطل نظریے کا، ہر باطل تحریک کا مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے بزرگوں میں ایسی ایمانی حِس پیدا فرمادی تھی، ایسا شعور پیدا فرمادیا تھا کہ جس فتنہ اور جس غلط تحریک کا احساس لوگوں کو کافی عرصہ گزر جانے کے بعد اور اُس کے برگ وبار

سامنے آجانے کے بعد ہوا، ہمارے بزرگوں کو روزِ اوّل ہی اُس کا احساس ہوگیا، پہلے ہی دن اُس کا احساس ہوگیا، اور اُنہوں نے اُس کو منکر قرار دیا۔

منکر کا مفہوم اور فتنوں پر قدغن لگانے والے:

منکر جانتے ہیں؟ ایک ہوتا ہے معروف، جس کو طبیعت قبول کرتی ہے، جو فطرتِ سلیمہ کے نزدیک قابلِ قبول ہوتی ہے:، جو پہچانی ہوئی ہے اور ایک ہے منکر اُوپری چیز، بھئی! یہ چیز صحیح سمجھ میں نہیں آرہی، اِس پچھلی ایک دوصدی کے اندر ہندوستان یا یوں کہہ لیجیے کہ برصغیر میں کئی فتنے پیدا ہوئے عقیدہ کے اعتبار سے اور علم کے نام پر، سب سے پہلے اُس پر قدغن لگانے والے، اُس کا احساس کرنے والے ہمارے یہی اکابر تھے۔

اکابر کے ایمانی حِس کی ایک مثال:

میں ایک مثال آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، ابوالاعلیٰ مودودی صاحب بہت اچھے انشاء پرداز، بہترین ادیب، بہترین لکھنے والے، اُنہوں نے ایک تحریک شروع کی اور ایسی جاذبیت تھی اُس میں کہ بڑے بڑے اکابر اُن کی طرف کھنچتے چلے گئے، برصغیر کے بڑے بڑے علماء اُن کے قریب ہوتے چلے گئے، حضرت مولانا سیّد علی میاں ندوی، حضرت مولانا منظور احمد نعمانی، حضرت مولانا عبدالرحیم اشرف، مولانا امین احسن اصلاحی، مولانا صبغۃ اللہ بختیاری، مولانا نجم الدین اصلاحی، مولانا ابواللیث ندوی رحمہم اللہ۔ ایک فہرست ہے، تمام کے تمام اِن کے معتقد ہوگئے کہ مولانا منظور احمد رحمہ اللہ نے بریلی کو خیر باد کہہ کے ''سیال کوٹ'' کا سفر کیا تو اُس کا نام ہجرت رکھا۔

لیکن اُسی وقت حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بھئی! یہ چیز مجھے کچھ عجیب سی نظر آرہی ہے، راہِ حق سے منحرف ہے، کہاں سے پکڑا اُنہوں نے؟

جماعتِ اسلامی کا دستور اور حضرت مدنیؒ کی گرفت:

جب دستور شائع ہوا جماعتِ اسلامی کا، تو اُس کی دفع چھ میں یہ بات لکھی ہوئی تھی کہ اللہ اور اُس کے رسول کے علاوہ کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے، کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو؛ بل کہ ہر شخص کو اُسی معیار کے اُوپر پرکھے۔ اِس میں اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی ایک عام لفظ تھا، کسی کی نشان دہی نہیں تھی؛ لیکن حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے فوراً یہ سوال کھڑا کیا کہ صحابہ کرام کے بارے میں آپ کا کیا کہنا ہے؟ کیا وہ بھی عام امت کی طرح ہماری تنقید کا نشانہ بن سکتے ہیں، ہمیں اُن کے بھی اقوال وافعال ومعاملات کو پرکھنے کا حق حاصل ہے؟ مودودی صاحب نے کہا کہ جی ہاں!

جماعتِ اسلامی سے اختلاف کہاں سے ہوا؟

یہیں سے اختلاف کی بنیاد شروع ہوئی ہے اور آپ پوری تحریک کو دیکھیں گے تو اُس میں یہی چیز سب سے زیادہ نمایاں ہے، جو نظریات ہیں حکومتِ الٰہیہ کا قیام اُن کی چند اصطلاحات؛ لیکن اہلِ حق علماء سے جو اختلاف ہوا ہے تو اِسی پر کہ صحابہ معیارِ حق ہیں یا نہیں؟ بعد میں حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور، جن کی کوئی تصنیف آپ کسی فرقے یا کسی جماعت کے رَد میں نہیں دیکھیں گے، حدیث کی خدمت کی اور بہترین خدمت کی، فضائل پر رسالے لکھے ہیں، احسان وسلوک کے عنوان پہ اُن کی مختلف کتابیں ہیں؛ لیکن مودودی صاحب کے سلسلے میں اُنہوں نے کتاب لکھی ہے (فتنہ مودودیت از شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ، مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم دیوبند)، اُس کی خطرناکی کو اُنہوں نے محسوس کیا، یہ حِس اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی اکابر علماءِ دیوبند کو، تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ کام اللہ تعالیٰ نے جماعتِ علماءِ دیوبند سے لیا، ہم کسی

منفعت یا کسی دنیاوی فائدے کی خاطر اپنے آپ کو اِن اکابر سے منسوب نہیں کرتے، یہ ہمارے دل کی آواز ہے۔

جو چیز ہمارے بزرگوں کے اندر پائی وہ کہیں ملی ہی نہیں:

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے اپنے ایک رسالہ ''اکابر کا سلوک واحسان'' کے مقدمہ میں لکھا ہے، فرماتے ہیں کہ لوگ ہمارے اُوپر اعتراض کرتے ہیں کہ آپ اپنے بزرگوں کے اندھے معتقد ہیں؛ لیکن ہم کیا کریں ہم نے جو چیز اِن کے اندر پائی وہ ہمیں کسی کے اندر ملی ہی نہیں۔

تو میرے بھائیو اور بزرگو! اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اُس نے ہمیں علماءِ حق کے دامن سے وابستہ فرمادیا اور اُن کے دامن سے جوڑ کر ہمارے ایمان کی، ہمارے عقیدہ کی، ہمارے اخلاق کی، ہمارے اعمال کی حفاظت کا سامان باہم پہنچادیا۔

تحفظ ختمِ نبوت اور ہمارے اکابر:

اِس مجلس کا عنوان جو تحفظِ ختمِ نبوت ہے، اِس سلسلے میں میں جب ہندوستان کہتا ہوں تو میری مراد ہندوستان، پاکستان، بنگلادیش، بَرما، افغانستان یعنی اِس متحدہ ہندوستان سے ہے، جو بعد میں کئی حصوں میں تقسیم ہوگیا؛ لیکن جب دیوبند کا قیام ہوا تھا اور اُس کے علماء، فضلاء پھیلے ہوئے تھے، یہ سارے کے سارے خطے ایک تھے۔

آپ دیکھیں کہ ختمِ نبوت کے خلاف جب آواز اٹھائی گئی اور مرزا غلام احمد قادیانی نے بتدریج نبوت کا دعویٰ کیا، ایک ایک زینہ چڑھتے ہوئے آخر کار نبوت کے مقام تک اپنے کو پہنچانے کی کوشش کی، تو اُس کے خلاف سب سے بڑا محاذ قائم کرنے والے، لوہا لینے والے کون تھے؟ یہی ہمارے اکابر علماءِ دیوبند تھے۔ کچھ اکابر وہ تھے جیسے علامہ سیّد عطاء اللہ شاہ

بخاری رحمہ اللہ، اور بعد میں مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی، اخیر میں مولانا اللہ وسایا صاحب اِن حضرات کا اوڑھنا بچھونا، اِن کا دن رات کا مشغلہ، اِن کی شناخت اور پہچان ہی یہ مسئلہ بن گیا۔

علامہ کشمیریؒ اور تحفظِ ختمِ نبوت:

دارالعلوم دیوبند کے اکابر میں علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ، محدثِ وقت جو دارالعلوم دیوبند کی مسندِ حدیث کی زینت تھے، جن کا چوبیس گھنٹے کا مشغلہ کتابوں کے ساتھ انہماک اور درس وتدریس کا عمل تھا، اُنہوں نے اپنے مسندِ درس کو چھوڑ کر بہاولپور کے مقدمہ کی پیروی کے لیے سفر فرمایا، اپنے تلامذہ کے ساتھ آپ تشریف لیگئے، یہ وہی ایمانی حِس ہے جو اندر سے مجبور کرتی ہے حق کے دفاع اور باطل کے ابطال کے اوپر۔

علماءِ دیوبند کون اور کیا ہیں؟

بعض لوگ پوچھتے ہیں علماءِ دیوبند کیا ہیں؟ یہ ایسا دلچسپ مضمون ہے، ایسا دلچسپ عنوان ہے کہ اگر آپ اِس کی تشریح شروع کریں تو صبح سے شام ہوجائے اور مضمون مکمل نہ ہو۔ ہمارے بہت سے علماء نے اِس کے اُوپر لکھا بھی ہے۔ ابھی میں حال میں دیکھ رہا تھا حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی کی چند قسطیں اِسی عنوان کے اوپر۔ ہمارے کئی بزرگوں نے اپنے خطابات میں اپنے انداز سے اُن کی خصوصیات کو شمار کرایا ہے، میں نے بھی جو محسوس کیا ہے آپ کے سامنے پیش کررہا ہوں؛ اس لیے نہیں کہ مدح خوانی اور منقبت خوانی مقصود ہے؛ بل کہ اس لیے کہ ہم اپنے آپ کو اُن بزرگوں کے دامن سے وابستہ کرنے میں جو فخر محسوس کرتے ہیں، تو اُن صفات کو اپنے اندر بھی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

دیوبندی کا مطلب:

دیوبند تو ایک قصبہ کا نام ہے، دیوبندی کا یہ مطلب نہیں ہوا کہ دیوبند کا رہنے والا، وہاں کا باشندہ؛ بل کہ مطلب اُس کا یہی ہے کہ اپنے فکر کے اعتبار سے، اپنے عقیدہ کے اعتبار سے، اپنے احساس وشعور کے اعتبار سے اُسی فکر کا حامل ہو، اُسی عقیدہ کا حامل ہو، اُسی مزاج کا حامل ہو جو بزرگوں سے ہمیں وراثت کے اندر ملا ہے۔

علماءِ دیوبند کی ایک خاص شناخت توحید خالص:

میں نے جو محسوس کیا ہے ہمارے علماءِ دیوبند کی جو چند خصوصیات ہیں یا چند شناخت ہیں، خصوصیات تو نہیں کہنا چاہیے؛ اس لیے کہ یہ چیزیں امت میں ہر فرد کے اندر ہونی چاہئیں اور ہیں، اُن کی جو خاص شناخت ہے، سب سے پہلے اوّل نمبر پر توحید خالص، اللہ تعالیٰ کی توحید میں کسی درجہ میں، کسی درجہ میں بھی کسی طرح کی شرکت گوارا نہیں، توحیدِ خالص، اللہ تعالیٰ کی ذات، اُس کی صفات، اُس کے علم، اُس کی قدرت میں ذرّہ برابر بھی کسی طرح کی شرکت نہیں، بزرگوں کا احترام ہمارے یہاں بھی ہے، عقیدت بھی ہے، اُن کی روحانیت سے فیض اٹھانے کا سلسلہ بھی ہے؛ لیکن خدائی کے اندر، خدا کی قدرت اور اُس کی رحمت کے اندر کوئی کسی درجہ میں شریک نہیں ہے۔

سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کی ایک وقیع تقریر:

ابھی تین دن پہلے دارالعلوم دیوبند میں جلسہ انعامی ہو رہا تھا طلبہ کا، اُس میں دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین مولانا مفتی سعید صاحب پالن پوری رحمہ اللہ نے ایک تقریر کی، اُس کے چند جملے میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں، اُنہوں نے ایک آیت تلاوت کی، وہ آیت کیا تھی؟

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَ اللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ .

(الفاطر، ۱۵، پ:۲۲)

ترجمہ: اے تمام لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز ہے، ستودہ صفات ہے۔

اتفاق سے جلسہ کے آغاز میں قاری صاحب نے جو آیت تلاوت کی وہ یہی تھی اور اُسی کو عنوان بنا کر مفتی صاحب نے اپنی گفتگو شروع کی، پھر آگے بڑھتے ہوئے اُنہوں نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ جو قرآنِ پاک کی پہلی آیت ہے، اِس میں اللہ تعالیٰ نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کے اندر توحیدِ اُلوہیت کو بیان فرمایا ہے اور رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں توحیدِ ربوبیت کو بیان فرمایا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفوں کا مستحق صرف اللہ ہے؛ اس لیے کہ وہ تنہا معبود ہے، لاالٰہ اِلَّااللہ اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں؛ کیوں کہ اللہ اُس کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میں اُلوہیت کا بیان ہے اور رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ توحیدِ ربوبیت کا، کہ سارے جہان کا رب، پیدا کرنے والا، پالنیوالا ضرورتیں پوری کرنے والے جسمانی، روحانی ہر طرح کی صرف اللہ جل شانہ ہیں اور اُس میں آپ کا کوئی شریک نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کی رحمتوں کے محتاج:

اُس کے بعد اُنہوں نے ایک عجیب بات کہی، فرمایا کہ: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں درود شریف پڑھنے کی تین فضیلتیں بیان فرمائی ہیں، تین حکمتیں بیان فرمائی ہیں، اُن میں سب سے پہلی حکمت کیا ہے؟ ہم کیا درود پڑھتے ہیں؟ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ہر درود شریف میں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ مشترک ہے، اِس کا ترجمہ کیا ہے؟ اے اللہ! اپنی بے پایاں رحمتیں نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر۔

کائنات میں اللہ کے بعد سب سے بزرگ و برتر ہستی کس کی ہے؟ حضرت نبی اکرم ﷺ

کی؛ لیکن اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کی اِس دعا میں کس چیز کا اظہار ہے؟ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حبیب ہیں، خاتم النبیّین ہیں، نبی الانبیاء ہیں؛ لیکن وہ بھی اللہ کی بے پایاں رحمتوں کے محتاج ہیں، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ اے اللہ! تُو اپنی بے پناہ رحمتیں نازل فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اُوپر، تو اِس میں گویا توحید کی دعوت ہے کہ اللہ جل شانہ کے محتاج تمام کے تمام ہیں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کی رحمتوں کے محتاج ہیں، اگرچہ آپ کا مقام بہت بلند ہے۔

علماءِ دیوبند کی دوسری خصوصی شناخت؛ اتباعِ سنت:

تو علماءِ دیوبند کی پہلی شناخت توحیدِ خالص کا اعتقاد، اِس میں کسی درجہ میں کسی طرح کی شرکت گوارا نہیں۔ اہلِ بدعت سے ہمارا اختلاف اِسی کے اندر ہے۔

ایک یہ ہوا، نمبر دو اتباعِ سنت اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ سنت کے اُوپر انتہائی باریک نظر ایک ایک سنت کو اپنی زندگی کے اندر زندہ کرنے کی کوشش۔ ہمارے یہاں تقسیم نہیں ہے یہ سنت کس درجے کی ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم اُس کو اپنائیں، یہ ہمارے بزرگوں کی خاص شان تھی۔

حضرت گنگوہیؒ اور مہمانوں کا واقعہ:

ایک واقعہ میں نے سنا اپنے اساتذہ سے ایک عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے یہاں بطور مہمان آئے اور چند روز انہوں نے قیام کیا، اُس کے بعد رُخصت ہونے لگے، حضرت نے اُن سے دریافت فرمایا کہ بھئی! آپ مہمان تھے، تشریف لائے، آپ نے اپنی آمد کا مقصد نہیں بتلایا؟ کہنے لگے کہ میں بیعت ہونا چاہتا ہوں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ علماء اور اکابر کے یہاں چند روز قیام کر کے قریب سے اُن کو دیکھوں، پھر میں فیصلہ کروں کہ کس سے مجھے اپنا اصلاحی تعلق قائم کرنا چاہیے، اِسی مقصد سے میں آپ کے یہاں حاضر ہوا تھا۔

حضرتؒ نے فرمایا بہت اچھا! پھر وہ خود کہنے لگے میں رہا تو کئی دن؛ لیکن میں نے آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی، فرمایا بہت اچھا۔ پھر حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا: کہ ایک کام میرا ہے وہ آپ کر دیجیے، وہ کیا؟ کہ میرے پاس آنے والے جو لوگ ہوتے ہیں قیام کرنے والے عموماً یا تو وہ میرے تلامذہ ہوتے ہیں یا مریدین ہوتے ہیں، محبین ومعتقدین ہوتے ہیں، اُن کی نگاہ میری کوتاہیوں پر نہیں ہوتی، وہ محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں، آپ چوں کہ جائزہ لینے کے لیے، پرکھنے کے لیے یہاں آئے تھے، اور آپ عالمِ دین ہیں، میری آپ سے درخواست ہے کہ اِس تین روزہ قیام کے دَوران اگر آپ نے میرا کوئی عمل سنت کے خلاف دیکھا ہو تو آپ اُس کی نشاندہی کر دیں؛ تاکہ میں اُس کی اصلاح کرلوں، اُن صاحب نے تھوڑی دیر اپنا سر جھکائے رکھا، اُس کے بعد سر اُٹھا کے کہنے لگے: مولانا! میں نے بہت غور کیا، کوئی چیز، کوئی عمل آپ کا مجھے خلافِ سنت نظر نہیں آیا۔ حضرت کے اندر ایک کیفیت پیدا ہوگئی، فرمایا: الحمدللہ! مجھے کرامت کا شوق نہیں ہے، اللہ مجھے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی پیروی عطا فرمادے۔

دو سنتوں پر ایک ساتھ عمل:

اُنہیں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا ایک اور واقعہ ہے، آج تو یہ چیز علمی طور سے طلبہ اور درسگاہ کے اندر عام ہے؛ لیکن ایک مرتبہ درسگاہ میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ جو بیک وقت فقیہ بھی تھے، محدث بھی تھے، اُستاذ بھی تھے اور صاحبِ خانقاہ بھی تھے، تنہا دَورہ حدیث پڑھاتے تھے اکیلے، صحاحِ ستہ کے درس دیتے تھے اور سال بھر میں کتاب مکمل ہوجاتی تھی، اُن کے سب سے آخری شاگرد، سب سے آخری جماعت جو پڑھنے والی ہے وہ حضرت مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ کے والد مولانا محمد یحییٰ صاحب (متوفی ۱۰/ذی قعدہ ۱۳۳۴ھ) اور مولانا محمد یحییٰ صاحب کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب (متوفی: ۱۳/جولائی ۱۹۴۴ء) یہ دونوں حضرات آخری شاگرد ہیں۔

تو درس میں ایک مرتبہ حضرت کی غیر موجودگی میں یہ گفتگو ہونے لگی کہ بھائی! دو سنتیں ہمارے سامنے ہیں، بظاہر دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے، ایک سنت ہے مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کی، اور ایک سنت ہے چپّل اور جوتا پہننے کی اور اُتارنے کی، مسجد میں داخل ہونے کی سنت یہ ہے کہ پہلے دایاں قدم پڑے، نکلنے کی سنت یہ کہ پہلے بایاں نکالو اور جوتا پہننے کی سنت یہ کہ پہلے دائیں پیر میں پہنو اور نکالنا ہو تو پہلے بائیں پیر سے نکالو، اب دونوں پر ایک ساتھ کیسے عمل ہوگا؟ ہم مسجد میں جارہے ہیں، اگر پہلے بایاں پیر نکال کے مسجد میں رکھتے ہیں تو داخلے کی سنت چھوٹی، دایاں نکال کے رکھتے ہیں تو جوتا اُتارنے کی سنت چھوٹی، اِسی طرح مسجد سے نکلنے کے وقت، پہلے بایاں پیر نکال کے چپل پہنتے ہیں تو اُس کی سنت چھوٹتی ہے، دایاں پیر نکال کے چپل پہنتے ہیں تو چپل پہننے کی سنت ادا ہوگئی، اور نکلنے کی سنت چھوٹ گئی، دونوں پر کیسے عمل ہو؟

طے یہ ہوا کہ حضرت جب اپنی سہ دری سے اُٹھ کر مسجد میں تشریف لے جانے لگیں تو اُس وقت دیکھنا چاہیے کہ کیا عمل کرتے ہیں؛ کیوں کہ حضرت کا عمل سنت کے مطابق ہوتا ہے، حضرت تشریف لائے، سہ دری سے اُٹھے، مسجد کے دروازے پر پہنچے، بائیں پیر سے آپ نے جوتی اُتاری پیر اُسی کے اُوپر رکھ لیا، پھر دائیں پیر سے چپل سے اپنا پیر نکالا اور مسجد میں رکھا، دونوں پر عمل ہوگیا، اِسی طرح جب مسجد سے نکلنے لگے، تو پہلے بایاں پیر نکالا، چپل کے اُوپر رکھا، پھر دایاں پیر نکالا چپل کے اندر داخل کیا۔

حضرت گنگوہیؒ کے عمل سے سنت کی تعلیم:

تو سنت کی تعلیم حضرت کے عمل سے ہو رہی ہے اور اُس کے بعد غالباً یہ بھی ہوا کہ درس کے اندر اُنہیں طلبہ نے حضرت کے سامنے یہی سوال پیش کیا کہ حضرت! یہ دو سنتیں ہیں کہ اِن دونوں پر ایک ساتھ کیسے عمل ہو؟ تو حضرت نے فرمایا کہ ہاں بھائی! ہے تو بات قابلِ غور، کیا کرنا چاہیے؟ اُنہوں نے کہا حضرت! ہم نے آپ کو ایسا عمل کرتے ہوئے دیکھا،

فرمایا کہ ہاں! اِس طرح دونوں پر عمل ہو جائیگا۔

غور کیجیے کہ شعور نہیں ہے؛ لیکن عمل ہو رہا ہے غیر اختیاری طور پر سنت کے مطابق، توجہ نہیں اُس کی طرف، بالارادہ نہیں؛ لیکن عمل اُس کے خلاف نہیں ہو پا رہا ہے۔ یہ چیز تھی اتباعِ سنت۔

حضرت نانوتویؒ اور اتباعِ سنت:

حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کے واقعات میں ہم نے سنا کہ ۱۸۵۷ء کا جو ہنگامہ ہوا ہے شاملی کے میدان میں اکابر نے معرکۂ جہاد میں حصہ لیا ہے، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ امیر المومنین تھے، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فوج کے سپہ سالار تھے اور شرکاء میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا حضرت حاجی حافظ ضامن صاحب شہید رحمہ اللہ وغیرہ، دار العلوم دیوبند کے مہمان خانہ میں وہ فہرست لگی ہوئی ہے جن میں اُن مجاہدین کا نام لکھا ہوا ہے۔ بہر حال اللہ کو منظور تھا، اُس میں ناکامی ہوئی اور پورے ملک پر انگریزوں کا تسلط ہو گیا، تو جن لوگوں نے کسی بھی طرح سے انگریزوں کی مزاحمت کی تھی اُن کو باغی قرار دیا گیا، اُن کی دھر پکڑ کا سلسلہ شروع ہو گیا، مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ دیوبند آئے، تین دن اپنے مکان میں روپوش رہے؛ لیکن اُن کا مستقل قیام مسجد چھتہ کے حجرہ میں رہتا تھا، تین دن کے بعد اپنے مکان سے نکل کر چھتہ مسجد میں آ گئے، لوگوں نے کہا حضرت! ابھی موقع مناسب نہیں ہے، انگریز کے جاسوس بُو سونگھتے پھر رہے ہیں، کسی وقت بھی گرفتاری ہو سکتی ہے، ابھی آپ مکان کے اندر رہیں، جانتے ہیں کیا جواب دیا تھا؟

فرمایا کہ: محمد قاسم کی جان نبی اکرم ﷺ اور ابو بکر صدیق سے زیادہ قیمتی نہیں ہے اور اِس وقت کا ہنگامہ اور یہ خوف سفرِ ہجرت کے خوف سے زیادہ نہیں ہے، حضرت نبی اکرم ﷺ اور صدیقِ اکبر نے اُس ماحول میں غارِ ثور میں تین دن پناہ لی تھی، اُس کے بعد آپ باہر

آ گئے، میں تین دن سے زیادہ نہیں رہ سکتا۔

کہاں کہاں نگاہ پہونچ رہی ہے، اضطراری حالات کے اندر بھی اِس پر نگاہ ہے کہ ایسے حالات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کیا رہی ہے؟ تو دوسری پہچان، دوسری شناخت باریک سے باریک سنتوں کا اہتمام اور اُس کے اُوپر عمل کرنے کی کوشش۔

میرے شیخ اور پانی پینے کا واقعہ:

میرے شیخ اور استاذ حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ (متوفی ۲ ستمبر ۱۹۹۶ء بمطابق ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ) دسترخوان پہ بیٹھے ہوئے ہیں خدام حاضر، ہمارے ایک ساتھی کو کھانے کے دَوران پانی کی ضرورت پیش آئی، اُنہوں نے کٹورا اُٹھایا، بائیں ہاتھ میں لیا اور دایاں ہاتھ نیچے لگا کر اُس کو پینے لگے، حضرت کی نگاہ پڑی، تیز نظروں سے گھورا اور فرمایا: دایاں ہاتھ نہیں ہے، کہنے لگے حضرت! ہاتھ میں کھانا لگا ہوا تھا، فرمایا: پیالہ سنت سے زیادہ قیمتی ہے، پیالہ سنت سے زیادہ قیمتی ہے۔ یہ بہت سے لوگوں کی عادت ہوتی ہے بائیں ہاتھ میں گلاس لے لیا اور دایاں ہاتھ ذرا سا ٹکا دیا، اور سمجھتے ہیں کہ داہنے ہاتھ سے پینے کی سنت ادا ہوگئی، اِس سے سنت ادا نہیں ہوتی اور اگر ایسا ہی کرنا ہے تو آپ بائیں ہاتھ سے اُس کو صرف تھام لیجیے اور داہنی ہتھیلی پر رکھ کر اِس طرح پیجئے، داہنی ہتھیلی پر رکھ لیجیے بائیں ہاتھ سے سہارا لے لیجیے؛ تاکہ پینے کی سنت داہنے ہاتھ سے ادا ہوجائے، بائیں ہاتھ میں پکڑ کے اور اُلٹے طرف سے ٹکا دینا اس سے سنت کی ادائیگی نہیں ہوتی۔

محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اتباعِ سنت:

تو ہمارے بزرگوں کے یہاں دوسرے نمبر پر اتباعِ سنت ہے اور اِسی کا ایک شعبہ ہے محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم؛ کیوں کہ اتباع بغیر محبت کے نہیں ہوتا اور محبت کا دعویٰ بغیر اتباع اور اطاعت کے سچا نہیں ہوتا۔

لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَأَطَعْتَهُ ❖ إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُّحِبُّ مُطِيْعُ

''دعوی محبت اُسی وقت سچا مانا جائیگا جب کامل درجے کا اتباع پایا جائے''۔

تو رسول اللہ ﷺ کی ذات کے ساتھ جو سچی محبت اکابر علماءِ دیوبند کے اندر تھی وہ اُن کی شناخت کا دوسرا حصہ ہے۔

اکابر علماءِ دیوبند کی تیسری شناخت:

تیسری چیز ایمانی حمیت اور غیرت۔ حمیت وغیرت کا مطلب کیا ہوا؟ اِن چیزوں میں عقیدۂ توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے ہمارے جتنے عقیدے ہیں، آپ ﷺ کی رسالت ونبوت، آپ کا خاتم النبیّین ہونا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں، اِن تمام چیزوں میں کہیں سے اگر کوئی خلل پیدا ہوجائے، یا جو ہمارے بنیادی عقیدے ہیں اُن میں کوئی رخنہ ڈالنے کی کوشش کرے، تو فوراً اُس کا احساس پیدا ہوجائے اور پھر اُس کے دفعیہ کے لیے، اُس کا ازالہ کرنے کے لیے، اُس کا مقابلہ کرنے کے لیے تَن، مَن، دَھن کی بازی لگادے اور اُس کو اپنا فریضہ سمجھے۔

ہمارے اکابر کی جماعت اور تجدیدی کارنامے:

میں نے گفتگو شروع کی تھی وہاں سے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اکابر کی جماعت کے ذریعہ سے تجدید کا کام لیا ہے۔ آپ دیکھیں! مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کو، عجیب وغریب شان تھی مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی، مدرسہ بھی تھا، پڑھاتے بھی تھے، فتاویٰ بھی اُن کے بے شمار ہیں، متاخرین علماء میں اُن کی تعداد کے برابر کسی کی تصانیف نہیں ہیں اور وہ بھی مختلف موضوعات کے اُوپر۔ خانقاہ کا ایک مستقل سلسلہ تھا اور اُسی کے ساتھ ساتھ بدعات اور رُسومات کے خلاف اُن کا محاذ۔ اصلاحِ الرسوم، اغلاط العوام، بہشتی زیور، التکشف عن مہمات التصوف، جہاں جہاں اُنہوں نے کوتاہیاں دیکھیں

اُن کی اصلاح کے لیے قلم اُٹھایا، اُنگلی رکھی، تصوف میں بہت سی جاہلانہ رسمیں شامل ہوگئی تھیں، مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے ان کی اصلاح کی، عجیب وغریب علوم اللہ نے اُن کو عطا کیے تھے، تفسیر بیان القرآن کے حاشیہ پر ایک مستقل مختصر حاشیہ ہے، جس میں قرآنی آیات سے اُنہوں نے اُصولِ تصوف کو ثابت فرمایا، اِسی طرح التکشف عن مہمات التصوف اور ایک کتاب مستقل ہے، جس میں احادیثِ طیبہ میں اُن اُصول کو بیان فرمایا ہے جو اکابر صوفیاء ومشائخ کے یہاں پیشِ نظر ہوتی ہیں، جن کو تصوف میں اپنانے کی کوشش کی جاتی ہے، تو اِس لائن میں یعنی تصوف اور پیری مریدی کی لائن سے جو خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں اُن کی اصلاح حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے کی۔

دارالعلوم دیوبند اور عالمی تحفظِ ختمِ نبوت کا دفتر:

ابھی میں نے ذکر کیا تھا کہ ختمِ نبوت کی حفاظت کے لیے علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ اپنے تلامذہ کی ایک پوری ٹیم لے کر پہنچے تھے اور وہاں سے واپس آنے کے بعد بھی الحمدللہ یہ کام جاری رہا اور اب دارالعلوم دیوبند کے اندر عالمی تحفظِ ختمِ نبوت کا دفتر ہے اور وہیں پر اِس کا قیام عمل میں آیا۔

دیوبندی فکر کے حامل تمام ادارے مدرسۂ دیوبند ہیں:

تو یہ ایمانی حِس، ایمانی شعور اور ایمانی غیرت، یہ تمام اکابرِ دیوبند کے اندر اور تمام منتسبینِ مسلکِ دیوبند کے اندر موجود رہی ہے اور رہنی چاہیے اور جب دیوبندی کہا جاتا ہے تو اِس سے مراد صرف سہارنپور ضلع کے ایک قصبہ کی طرف نسبت نہیں ہوتی؛ بل کہ اُس فکر، اُس عقیدہ اور اُس طریقہ تعلیم کے حامل جتنے ادارے ہیں، چاہے وہ برصغیر میں ہوں، ایشیا میں ہوں، افریقہ میں ہوں، امریکہ میں ہوں، آسٹریلیا میں ہوں، کہیں بھی ہوں، وہ سب کے سب مدرسہ دیوبند کہلاتے ہیں۔

فیضِ دیوبند اور جہاں دیدہ حضرات کی گواہی:

اب اللہ کا فضل ہے کہ کم سے کم دو بزرگوں سے تو میں نے براہِ راست سنا جو عالمی سفر کرنے والے لوگ ہیں، ایک شُریم امامِ حرم اور ایک پیرزادہ الفقار صاحب پاکستان کے، اِن دونوں حضرات نے دارالعلوم دیوبند کے اندر بیان کیا اور اُس سے پہلے شیخ عبداللہ سبیل جو امامِ حرم تھے، وہ تشریف لا چکے تھے میرے دیوبند پہنچنے سے پہلے اُنہوں نے بھی یہ بات بیان کی، کہ مجھے دنیا کے ہر اُس خطہ میں جانے کا موقع ملا ہے جہاں مسلمانوں کی تھوڑی سے بھی تعداد آباد ہے اور وہاں دین کا کچھ کام ہو رہا ہے، چاہے وہ جنگل ہو پہاڑ ہو، بیابان ہو، ترقی یافتہ شہر ہو، کوئی چھوٹی سی بستی ہو، جزائر ہوں، ہر جگہ گیا ہوں، اور وہاں کے دینی حلقوں میں پہنچ کر کام کرنے کا، لوگوں سے ملاقات کرنے کا موقع ملا، جہاں گیا دیکھا کچھ لوگ ہیں طلبہ کو لیے ہوئے پڑھ رہے ہیں، پڑھا رہے ہیں، مسجدوں کی خدمت کر رہے ہیں، دین کی خدمت کر رہے ہیں، ہم نے جب اُن سے پوچھا کہ آپ نے تعلیم کہاں سے حاصل کی ہے؟ تو یا تو انہوں نے دارالعلوم دیوبند کا نام لیا یا وہاں کے فضلاء نے اپنے اپنے علاقے میں جو مدرسے قائم کر رکھے ہیں اُن مدرسوں کا نام لیا، تو گویا اِس کا فیض ہر جگہ پھیلا ہوا ہے، اور فیض کیا ہے؟ دین کی حفاظت کی جدوجہد اور کوشش یہ پوری دنیا کے اندر پھیلی ہوئی ہے، کوئی ایک خطہ کوئی ایک براعظم اُس کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

میں ہندوستان میں ہوں یا ہانگ کانگ میں؟

اب آج میں یہاں ہانگ کانگ کے اندر بیٹھا ہوں، ایک مہینہ پہلے تصور میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ میرا کبھی ہانگ کانگ جانا ہوگا، اور یہ تو باہر سے تصور تھا کہ میں ہانگ کانگ جا رہا ہوں اور یہاں پہونچا ہوں، یہاں کا ماحول دیکھ کر پتہ ہی نہیں چلتا کہ میں ہندوستان میں ہوں یا ہانگ کانگ کے اندر ہوں۔

ماشاء اللہ تمام چہرے مہرے اُسی طرح کے ہیں جیسے اپنے وطن کے اندر دیکھتا ہوں اور سب لوگ اپنی زبان کے سمجھنے والے ایک فکر کے حامل، یہ ہمارا نہیں، ہمارے اُنہیں بزرگوں کا فیض ہے اور ایک بات جو شروع میں میرے ذہن میں تھی اور نکل گئی تھی اُس کا میں اعادہ کرنا چاہتا ہوں جو ہمارے اختیار کرنے کی ہے۔

دارالعلوم کی روحانیت اور بانیان کا اخلاص:

دنیا میں بہت سے ادارے قائم ہوتے ہیں، ایک عمرِ طبعی پوری کر کے ختم ہوجاتے ہیں، کبھی عمارت قائم رہتی ہے، ادارہ قائم رہتا ہے؛ لیکن اُس کی روحانیت باقی نہیں رہتی، دارالعلوم دیوبند میں کون سی خاص بات ہے کہ ڈیڑھ صدی مکمل ہوجانے کے بعد آج بھی ہماری وابستگی اُس کے ساتھ اُسی جذبے کے ساتھ قائم ہے اور یہ کام برابر جاری ہے، میں سمجھتا ہوں اِس میں سب سے بڑی چیز ادارے کے بانیان کا اخلاص اور اُن کی توجہ الی اللہ ہے، سب سے بڑی چیز یہی ہے۔

یہ ادارہ مانگ کر لیا گیا ہے:

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ کی بات ہم نے اساتذہ میں سے کسی سے سنا کہ جب شاہ رفیع الدین صاحب نے حاجی صاحب کو یہ خوش خبری سنائی کہ ہم نے دیوبند میں مدرسہ قائم کیا، تو فرمایا: سبحان اللہ! وہ آپ کا مدرسہ ہوگیا، آپ نے مدرسہ قائم کیا ہے، یہاں کتنے اللہ کے بندوں کی پیشانیاں رگڑتے رگڑتے مدت ہوگئی کہ اللہ ہندوستان میں ایمان اور عقیدہ کی حفاظت کا کوئی سامان پیدا فرمادے، اب جب ادارہ قائم کیا تو آپ فرماتے ہیں ہم نے قائم کیا، مانگ کر یہ ادارہ لیا گیا ہے اللہ سے حرمین کے اندر، اور تہجد کی سحرگاہ دعاؤں کے اندر اور اُس کے بعد اُس کے جو بنانے والے تھے حضرت حاجی امداد اللہ

صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ کے وابستگان میں مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا ذوالفقار علی دیوبندی، مولانا فضلِ حق دیوبندی، حضرت حاجی سیّد عابد حسین صاحب، میاں جی منّے شاہ صاحب، یہ تمام وہ حضرات تھے کہ جو تہجد گزار، ایک سے ایک اللہ والے تھے، کس اخلاص کے ساتھ، کس للّٰہیت کے ساتھ اِنہوں نے ادارہ قائم کیا ہے، اور پھر اُس کے بعد جو اُصول بنائے، جن کو اُصولِ ہشت گانہ کہا جاتا ہے، بالکل بظاہر عقل کے خلاف مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے وہ اُصولِ ہشت گانہ جو آج بھی دارالعلوم کی اساس ہیں، اُس کا بنیادی دستور ہیں۔

اُصولِ ہشت گانہ، سرکاری امداد اور عمومی چندہ:

اُس میں ایک بات تو یہ تھی کہ کوئی سرکاری امداد قبول نہ کی جائے، سرکاری امداد سے مراد صرف یہی نہیں کہ انگریز حکومت کی امداد نہ لی جائے؛ بل کہ وہ فرماتے ہیں کہ ریاستوں کے محکم القول والیانِ ریاست کی امداد بھی نہ لی جائے، اُس وقت بڑی بڑی ریاستیں تھیں، بھوپال کی ریاست تھی، بہاولپور کی ریاست تھی، رام پور کی ریاست تھی، حیدرآباد کی ریاست تھی، چھوٹی چھوٹی حکومتیں تھیں اور بڑی دولت مند حکومتیں تھیں، فرمایا اُن کا بھی چندہ نہ لیا جائے، چندہ کس کا لیا جائے؟ عام مسلمانوں کا چندہ لیا جائے، ایک ایک روپیہ، دو دو روپیہ؛ بل کہ اُس زمانہ میں ایک ایک پیسہ دو دو پیسہ چندہ لیا گیا؛ تاکہ اِس ادارے کے چلانے میں پوری امت شامل ہوجائے، ہر ایمان والا شریک ہوجائے، اور اُس کی اخلاص کی کمائی اُس کے اندر شامل ہوجائے۔

حضرت نانوتویؒ کی دوسری اور تیسری نصیحت:

دوسری نصیحت یہ تھی کہ تکثیرِ چندہ کی کوشش کی جائے، زیادہ سے زیادہ عوام سے پیسہ وصول کیا جائے، اور تیسری یہ کہ تکثیرِ طلبہ، زیادہ سے زیادہ طلبہ اِس کے اندر لائے جائیں اور

اساتذہ سب متحدالمشرب ہوں، اِن کے درمیان آپس میں عقیدہ کے اعتبار سے، خیالات کے اعتبار سے کوئی اختلاف نہ ہو، جتنی بنیادیں تھیں اُن میں عمارت کے بارے میں کوئی ہدایت نہیں ہے کہ عمارت کیسی ہونی چاہیے، مطبخ کے بارے میں کوئی ہدایت نہیں ہے کھانا کس معیار کا ہونا چاہیے، سب کا تعلق دل کی آواز، اللہ کی طرف توجہ، اخلاص وللّٰہیت سے ہے۔

اب تک دارالعلوم سے ہمارا رشتہ قائم رہنے کی وجہ:

یہ وہ چیز تھی کہ ڈیڑھ صدی گزر جانے کے بعد بھی وہ رشتہ قائم ہے، ہم جیسے لوگ جو آج دارالعلوم کے دروبست پر حاوی ہیں، جن کے ذمہ یہ خدمت ہے اگر صرف اِن کا واسطہ ہوتا تو دارالعلوم بھی ایک ادارہ ہے اور بہت سے ادارے ہیں، نہ جانے کہاں پہنچا ہوتا، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اِس کا سوتا جو وہاں سے جڑا ہوا ہے یہ اُسی کی برکت ہے کہ آج بھی چل رہا ہے۔

ان واقعات کے ذکر کرنے کا مقصد:

اور اِس کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم بھی اپنے دینی کاموں کے لیے، دینی اداروں کے لیے، دینی خدمتوں کے لیے، اِن دو چیزوں کو بنیاد بنا کر رکھیں، توجہ الی اللہ، اخلاص، دعاؤں کا اہتمام، اسباب ضرور اختیار کریں؛ لیکن جو کام بھی کریں اللہ کی رضا کے لیے کریں، اُس کی خوشنودی کے لیے کریں، یہ سوچ کر کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امانت ہمارے سپرد فرمائی تھی، خواہ وہ علماء ہوں، خواہ امت کے عام افراد ہوں، اُس کی حفاظت ہماری اپنی ذمہ داری ہے، اپنے اعمال کو، اخلاق ومعاملات کو سنت کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں۔

ہمارے اکابر ہمارے مقتداء کیوں ہیں؟

جن اکابر کے ساتھ ہم نے اپنا دامن جوڑا ہے، نسبت جوڑی ہے اِس وجہ سے نہیں کہ یہ

ہمارے متبوع ہیں، یہ اپنی ذات سے ہمارے مقتدا ہیں؛ بل کہ یہ نمونہ ہیں، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے، صحابہ کرام کے ساتھ ان کو تعلق ہے اُن کے ساتھ اِن کی وابستگی ہے۔

اکابر کی ایک اہم شناخت عظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہم ہے:

میں نے جو چند شناخت ذکر کیں اُن میں ایک اہم جز رہ گیا عظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا، عظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہم یہ اکابر علماءِ دیوبند کی شناخت اور ایک اہم مقام کی حامل ہے۔ ہمارے استاذ حضرت مولانا سیّد فخر الدین صاحب مرادآبادی رحمہ اللہ (متوفی: ۲۰؍صفر ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۵؍اپریل ۱۹۷۲ء، مدفون سرزمین مرادآباد) جن سے بخاری شریف پڑھی ہے اور وہ شیخ الہند رحمہ اللہ کے براہِ راست شاگرد تھے، وہ درس میں فرماتے تھے کہ کسی جماعت کے حق یا باطل پر ہونے کو اگر پرکھنا ہے تو یہ دیکھ لو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اُن کا کیا خیال ہے؟ عجیب وغریب بات فرمائی، دَورِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے جتنے فرقے پیدا ہوئے ہیں، معتزلہ ہوں، رافضی ہوں، خوارج ہوں، یا اب بعد کے جتنے فرقے ہیں سب کی بنیاد یہی ہے، کہیں غلو پایا گیا، کہیں خروج پایا گیا۔

خوارج حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں بدزبان تھے۔ روافض حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما کے بارے میں گستاخ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ عقیدت میں غلو، حد سے تجاوز، بعد میں جو جماعتیں پیدا ہوئی ہیں، حالیہ صدیوں کے اندر اُن میں بھی جو خرابی آئی ہے۔ اِسی وجہ سے کہ مقامِ صحابہ رضی اللہ عنہم جو حقیقی ہے شریعت کا دیا ہوا، یا تو اُس کے اندر غلو کیا ہے یا اس کے ساتھ افراط ہے یا تفریط۔

مقامِ صحابہ رضی اللہ عنہم ایک مستقل موضوع:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صحیح مقام کو پہچاننا اور اُن کے ساتھ وہ معاملہ کرنا کہ جو مقام

اُن کو رسول اللہ ﷺ نے دیا، ایک مستقل موضوع ہے، حضور ﷺ کی صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں کیا کیا ہدایتیں تھیں اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَاتَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ (جمع الفوائد: ج۲، ص۴۹۱، مشکوٰۃ المصابیح: ج۲، ص۵۵۴) اللہ سے ڈرنا، اللہ سے ڈرنا میرے صحابہ کے بارے میں، جس نے اُن سے محبت کی اُس نے میرے ساتھ محبت رکھنے کی وجہ سے محبت کی اور جس نے اُن سے بغض رکھا اُس نے میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے اُن سے بغض رکھا۔ اور فرمایا: لَاتَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِیْ میرے بعد میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نشانہ مت بنانا، اُن کو ہدفِ تنقید مت بنانا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا حقیقی مقام اور علماءِ دیوبند:

تو صحابہ رضی اللہ عنہم کا مقام، اُن کا جو حقیقی مقام ہے جو نبی کریم ﷺ نے جس کو جو درجہ دیا ہے اُمت میں اجماعی طور پر جن کو جو مقام عطا فرمایا ہے، جو ترتیب ہے فضیلت کے اعتبار سے اُسی ترتیب کے ساتھ اُن کے بارے میں عقیدہ رکھنا افراط وتفریط سے بچا کر، یہ علماءِ دیوبند کی شناخت کے اندر ایک اہم حیثیت رکھتی ہے۔

میں تو برکت حاصل کرنے کے لیے شامل ہوگیا:

یہ چند متفرق باتیں میں نے آپ کے سامنے عرض کیں اور میں مبارک باد دیتا ہوں مولانا الیاس صاحب کو، مولانا رشید صاحب کو اور مجلسِ تحفظِ ختم نبوت کے ذمہ داران کو کہ اِس دُور دراز علاقہ کے اندر جنہوں نے یہ شمع روشن کر رکھی ہے، یہ عقیدے کا ایک اہم باب ہے، اور یہ موضوع تو اصل میں ہمارے دوست مولانا شاہ عالم صاحب گورکھپوری دامت برکاتہم کا ہے، میں تو برکت حاصل کرنے کے لیے اِس قافلہ میں شریک ہوگیا ہوں۔

ختمِ نبوت کا مسئلہ صرف قادیانیت کا مسئلہ نہیں ہے:

یہ ختمِ نبوت کا مسئلہ صرف قادیانیت کا مسئلہ نہیں ہے؛ بل کہ رنگ بدل بدل کر ہر دَور میں مختلف نام سے مختلف دعووں کی شکل میں آتا رہتا ہے، ہندوستان میں تازہ فتنہ ایک شکیل بن حنیف کا ہے اور پاکستان میں احمد عیسیٰ نام کا مدعی نبوت پیدا ہوا ہے۔ عجیب وغریب خبطی قسم کا آدمی ہے اور لِكُلِّ سَاقِطَةٍ لَاقِطَةٌ کوئی کیسا ہی خلافِ عقل دعویٰ کر بیٹھے، ماننے والے فالوور اُس کے پیدا ہو جاتے ہیں۔

معلوم یہ ہوا کہ ہندوستان میں صرف یوٹیوب کے ذریعہ سینکڑوں اُس کے فالوور پیدا ہوگئے ہیں، اُس کے اُوپر ایمان لے آئے، تو اِس عقیدے پر زَد صرف قادیانیت کے عقیدے سے نہیں پڑتی؛ بل کہ ہر دَور میں مختلف انداز سے، مختلف دعووں کی شکل میں عقیدہ ختمِ نبوت کے اُوپر حملہ ہوتا رہتا ہے؛ اس لیے یہ ہمارے ایمان اور عقیدہ کے تحفظ کی ایک بنیادی تحریک ہے، اِس سے تمام لوگوں کو جڑنا چاہیے، اور اِس کی جو بھی جِس وقت بھی ضرورت پیش آئے اُس کے اندر بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان وعمل کے اندر قوت عطا فرمائے، اپنی مرضیات پر جینا، مرنا ہمیں عطا فرمائے اور ہم سب کا یہاں جمع ہونا اور جدا ہونا قبول فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

مدارس کی اہمیت (۱)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ یَھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ، وَمَنْ یُضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ أَنْ لَّا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ أَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا أَمَّا بَعْدُ!

محترم علمائے کرام، بزرگانِ ملت، نوجوان ساتھیوں اور عزیز بچو! جامعہ مظہر العلوم کے اس عظیم الشان جلسۂ دستارِ فضیلت میں آپ کافی دیر سے شریک ہیں، آپ نے دستار بندی کا پُر کیف منظر بھی دیکھا، اور علمائے کرام سے ان کے دل کی آواز بھی سنی، میرا نمبر ایسے وقت آیا ہے، جب کہ گھڑی کے بھی بارہ بجنے والے ہیں اور آپ کے چہروں پر بھی بارہ بج رہے ہیں؛ اس لیے اب زیادہ گفتگو کا موقع نہیں ہے۔

مدارس اسلام کی حفاظت کے ضامن:

اس اجلاس کی مناسبت سے اور اس سے پہلے اکابر علماء نے آپ کے سامنے جو باتیں کہی ہیں، ان کے پس منظر میں، میں آپ کی اور اپنی ذمہ داری یاد دلانا چاہتا ہوں۔ دینی مدارس سے استفادہ، علماء سے استفادہ، دین کی حفاظت اور ایمان کی حفاظت کیسے ہوگی؟ آپ نے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا کہ اس برصغیر میں دین وایمان کی حفاظت کے لیے انگریزوں کے مکمل تسلط کے بعد اکابر امت نے جو نقشہ بنایا، جو قدم اٹھایا، وہ

(۱) ماخوذ از ''علماء کرام اور عصری تقاضے'' ص: ۲۷۱ تا ۲۷۸۔ ترتیب: ابن مالک ایوبی۔

اللہ کے فضل اور اس کی تائید سے اپنے مقصد میں کامیاب رہے۔ اور آج جب کہ دنیا کے بہت سے ملکوں میں کہ جہاں سو فی صد مسلمان آباد ہیں، یا ان کی غالب اکثریت ہے، وہاں بھی اپنے دینی مزاج کے اعتبار سے، وضع قطع، شکل وصورت کے اعتبار سے اور دین کے ساتھ تعلق کے اعتبار سے وہ تصلب موجود نہیں ہے، جتنا کہ اس برصغیر کے اندر پایا جاتا ہے، یہ کھلی حقیقت ہے، یہ فیض ہے اکابر علماء اور مشائخ کا، جو مدارس کے راستے سے انھوں نے خدمت انجام دی ہے۔

اسی کے ساتھ یہ حقیقت بھی واضح ہو چکی ہے کہ آج اسلام دشمن طاقتیں خصوصاً مغربی ممالک ان مدارسِ اسلامیہ کو اپنے راستے کا سب سے بڑا کانٹا سمجھتے ہیں، ان کی فعالیت اور تاثیر کو سبوتاژ کرنے کے لیے طرح طرح کی سازشیں کرتے ہیں، ان حالات کے اندر امت مسلمہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ مدارس کی روح کو باقی رکھیں، ان کی تاثیر کو برقرار رکھیں، اور ان سے اپنا تعلق مضبوط سے مضبوط تر کریں۔

بچوں کی بنیادی تعلیم کیا ہے؟

اس کی دو صورتیں ہیں اور ان دونوں کے ہم محتاج ہیں:

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارا کوئی بچہ کم از کم ضروری دینی تعلیم سے محروم نہ رہے، آج خوش حالی اور معاشی ترقی کے نتیجے میں سرپرستوں کا عام رجحان اپنے بچوں کو انگلش میڈیم اسکولوں اور تعلیم گاہوں میں پڑھانے کا بن رہا ہے اور اسی لیے بڑی تیزی کے ساتھ اس انداز کے اسکول قائم ہو رہے ہیں۔

پھر ان اسکولوں کی دو قسمیں ہیں: بعض وہ ہیں جو کسی دینی انجمن یا تنظیم یا کسی دینی ادارے کے زیر سرپرستی چلتے ہیں، ان میں دینیات کا بھی کچھ عنصر شامل ہوتا ہے، اور بچوں کی دینی تربیت کے لیے کچھ فکر ہوتی ہے۔ اور کچھ اسکول وہ ہیں کہ جو ظاہری

آرائش وزیبائش اوراسباب ووسائل کے اعتبار سے زیادہ ترقی یافتہ نظر آتے ہیں، اور وہ خالص تجارتی بنیاد پر قائم کیے گئے ہیں، اوران کا مذہب اور دین سے کوئی تعلق نہیں ہے، چاہے مسلمانوں نے قائم کیے ہوں، چاہے غیروں کے قائم کیے ہوئے ہوں۔

اگر ہمارے بچے ان اسکولوں میں تعلیم حاصل کررہے ہیں کہ جہاں دینیات کا کچھ حصہ شامل ہے، تو بھی ہمیں اسی پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے؛ بلکہ اپنی ذمہ داری ادا کرنے کے لیے اس کا انتظام کرنا چاہیے، اہتمام کرنا چاہیے کہ اپنی اسکولی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ بچہ کم ازکم صحت کے ساتھ قرآن پاک پڑھ سکے، اردو زبان سے اتنا واقف ہو جائے کہ تعلیم الاسلام بہشتی زیور اور اس جیسی کتابوں کو پڑھ سکے فضائل اعمال کا مطالعہ کرسکے، مسائل کی کتابوں کو سمجھ سکے۔ اور یہ وہ عنصر ہے جو ان کی بنیاد کے اندر ہونا اور شامل رہنا بہت ضروری ہے۔

اسلام وہ تنہا مذہب ہے، جس نے تحصیل علم کو مذہبی فریضہ قرار دیا ہے، آج دنیا علمی اعتبار سے بہت ترقی کرچکی ہے، پہلے دس سال میں علم جتنا آگے بڑھتا تھا، آج ایک سال میں اتنا فاصلہ طے کرلیتا ہے، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ خالص معاشی نقطۂ نظر سے، دنیا کو سنوارنے کے لیے، معاشی وسائل فراہم کرنے کے لیے، اسبابِ راحت کو زیادہ سے زیادہ اپنے گھر میں لانے کے لیے ان علوم کو حاصل کیا جاتا ہے، یعنی علم حاصل کرنے کا مقصد اپنی دنیا کو سنوارنا، دنیاوی ترقی میں آگے بڑھنا، یہ ہر ایک کے پیش نظر ہوتا ہے؛ مگر اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ .(سنن ابن ماجه: ٢٢٤)

علم حاصل کرنا ہر مسلمان کے اوپر فرض ہے۔

بچہ جب اپنے بچپن کی عمر میں چل رہا ہے، شعور کی پہلی منزل میں قدم رکھتا ہے،

اس وقت اس کو اس کا احساس نہیں ہوتا کہ میری کیا ذمہ داری ہے؟ اس وقت ذمہ داری اس کے والدین کی اور خاص طور سے والد کی ہوتی ہے۔

فرضِ عین اور فرضِ کفایہ کی وضاحت:

جس علم کے حاصل کرنے کو فریضہ قرار دیا گیا ہے، یہ دین کا بنیادی علم ہے، عقیدے کے اعتبار سے عمل کے اعتبار سے، عبادات کے ارکان اور ان کی شرائط کے لحاظ سے اور حلال وحرام کے سلسلے میں بھی بچہ کم از کم اتنا جان لے کہ ایک مسلمان کی طرح زندگی گزارنے کا اُسے ہنر آجائے، نماز، طہارت، ضروری مسائل، آداب و اخلاق مسلم، معاشرے کے لوازم وغیرہ کا جاننا ہر مسلمان بچے کے لیے ضروری ہے، اور یہ باپ کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ بچے کو زیورِ علم سے آراستہ کرے۔

پھر اس کے بعد نمبر آتا ہے فرضِ کفایہ کا، اگر اللہ نے استطاعت عطا فرمائی ہے تو آپ اپنے بچے کو حافظ بنائیں، عالم بنائیں، دین کے مکمل علم سے اس کو آراستہ کریں؛ اس لیے کہ جس طرح ہر مریض کا علاج کرنے کے لیے ہر بستی میں ڈاکٹر کی ضرورت ہے، دنیا کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے مختلف صنعت وحرفت کے ماہرین کی ضرورت ہے، اسی طرح دینی ضرورت کی تکمیل کے لیے ہر بستی میں، ہر محلے میں ایسے پختہ کار علماء کا ہونا ضروری ہے کہ عوام اپنے معاملات اور مسائل میں ان سے رجوع کرسکیں۔

ہمارے مدارس اسلامیہ میں جہاں ابتدائی تعلیم کا نظم ہے، عالم، فاضل کا بھی کورس پڑھایا جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم بھی شامل نصاب رہتے ہیں، ان سے استفادے کے لیے ہمیں دونوں پہلو پر غور کرنا چاہیے، اپنے بچوں کو کم از کم ابتدائی دینی تعلیم سے آراستہ کریں۔ اور پھر اللہ نے استطاعت دی ہے اور وسائل ہیں تو اپنے ایک دو بچوں کو عالم بنائیں، جو ان شاء اللہ آپ کی نسلوں کے اندر دین

داری کو محفوظ رکھنے کے لیے ضمانت بنیں گے، اور ان شاء اللہ ان کی برکت سے، ان کے عمل اور ان کے علم سے آپ دنیا کے اندر پھلیں گے اور پھولیں گے، اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں میں بھی محبوب بن جائیں گے۔ مدارس اسلامیہ کا ایک تو یہ فائدہ ہے۔

دوسرے یہ کہ عوام کو علماء سے ربط رکھنا چاہیے، آج سازشیں ہو رہی ہیں مسلمانوں کو دینی اعتبار سے پست کرنے کی، دین کا جذبہ مسلمانوں کے اندر سے نکالنے کی، اس کا ایک میدان یہ بھی ہے کہ عام مسلمانوں کا رشتہ ان کے علماء سے کاٹ دیا جائے؛ اسی لیے مدارسِ اسلامیہ کے بارے میں غلط بیانیاں کی جاتی ہیں، دہشت گردی کا الزام، بنیاد پرستی کا الزام، مسلمانوں اور ملک کو ترقی سے روکنے کا الزام ان مدارس کے اوپر لگایا جاتا ہے؛ تاکہ خالی ذہن انسان مدارس سے اور علماء سے بدظن ہو جائے۔

ظاہر بات ہے کہ ہماری دینی ضرورتیں، ہماری دینی رہنمائی کا کام ان ہی علمائے کرام سے پورا ہوگا؛ اس لیے عام لوگوں کو اپنے علماء سے ربط رکھنا چاہیے، آخر کیا بات ہے کہ ہمیں کوئی مکان بنوانا ہے تو ہم تعمیر کے ماہر سے رجوع کرتے ہیں، بیمار ہیں تو اچھے ڈاکٹر سے رجوع کرتے ہیں، ہمیں کپڑا سلوانا ہے تو اچھے درزی کے پاس جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیا دین کی اتنی بھی وقعت نہیں ہے، اتنی بھی اہمیت نہیں ہے کہ ہم حرام و حلال، جائز و ناجائز صحیح و غلط کو پرکھنے کے لیے اپنے علماء سے رجوع کریں؟ ہم خود اپنی رائے کے اوپر عمل کر لیتے ہیں، اپنے آپ کو سب سے بڑا علامہ سمجھتے ہیں۔

شریعت کے مطابق زندگی گزارنا دین کا مقتضا:

میرے بھائیو! یاد رکھنا چاہیے کہ دین صرف نماز، روزہ، حج، زکاۃ کا نام نہیں ہے؛ بلکہ مکمل طرز زندگی کا نام ہے، آپ تجارت کرتے ہیں تو آپ کی تجارت مکمل اسلامی

اصول کے ساتھ ہونی چاہیے، آپ کی آمدنی حلال ہونی چاہیے، آپ کے گھر کی کوئی تقریب منعقد ہوتی ہے، اسلام نے اس کی بھی رہنمائی کی ہے، کہ سنت کے مطابق ہماری شادیاں ہوں، سنت کے مطابق ہماری تقریبات ہوں، ہمارے گھر میں کوئی بچہ پیدا ہو، کوئی بچی پیدا ہو، اس موقع پر اسلام نے ہمیں رہنمائی دی ہے، کہ عقیقہ کرو، پھر عقیقہ کا مسنون طریقہ بھی بتایا ہے، ہمارے گھر میں کسی کی موت ہو جائے، کسی کا انتقال ہو جائے، اس موقعے پر شریعت کی کیا ہدایات ہیں؟ ہمیں اپنی شکل وصورت کیسی رکھنی ہے؟ لباس کیسا پہننا ہے؟ ہمارے گھر کا معاشرہ کیسا ہو؟ گھر کے افراد میں ربط وتعلق کیسا ہو؟ پڑوسیوں کے ساتھ ہمارا کیسا سلوک ہو؟ ان تمام امور کی شریعت میں وضاحت موجود ہے اور ان تمام چیزوں کے بارے میں محشر کے میدان میں سوال ہوگا، حساب وکتاب ہوگا۔

بسا اوقات انسان عام عبادات کے اعتبار سے، عام لوگوں کی نگاہوں میں بہت نیک، متقی، پرہیز گار اور پارسا سمجھا جاتا ہے، لیکن اپنی بدمعاملگی کی وجہ سے، اپنی بداخلاقی کی وجہ سے یا دین کے دوسرے شعبوں میں بے احتیاطی کی وجہ سے بے حیثیت ہو جاتا، مثلاً: اس کی آمدنی حلال نہیں ہے، لین دین کا معاملہ صحیح نہیں ہے، وعدہ خلافی کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، غیبت کرتا ہے، بہتان تراشی کرتا ہے یا باطنی بیماری میں مبتلا ہے، اس کے اندر تکبر ہے، حسد ہے، بغض ہے، آپس میں قطع تعلق کر رکھا ہے، بول چال بند ہے، ان گناہوں کی وجہ سے وہ اللہ کی نظروں میں گر جاتا ہے، ساری کی ساری نیکیاں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔

دینی امور میں علماء سے رہنمائی:

غرض یہ کہ ہمیں اپنے علمائے کرام سے ربط رکھنا چاہیے، ہم جس کام کا بیڑہ اٹھائیں، اس میں علماء سے استفادہ کریں؛ چناں چہ ہم کوئی کاروبار کرنا چاہتے ہیں تو

علماء سے مشورہ کریں؛ اس لیے کہ کتابوں کے اندر جہاں کتاب الصلاۃ، کتاب الزکاۃ، کتاب الصوم اور کتاب الحج کے عنوان سے بحثیں ہیں، وہیں کتاب البیوع بھی ہے، تجارت کے اصول بھی ہیں، تجارت کی تمام شکلیں بھی ہیں، ان کے اصول وضوابط بھی بیان کیے گئے ہیں۔

تھوڑے تھوڑے فرق کی وجہ سے جائز آمدنی ناجائز ہو جاتی ہے، آج سود، رشوت، جوا اور حرام طریقے کے مختلف ذرائع نظر آرہے ہیں، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کاروبار کا مسئلہ ہے، جسے ہم زیادہ سمجھتے ہیں، اپنے آپ کو علماء سے مستغنی کر کے اپنا کام کرتے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ محنت بھی ہو رہی ہے، وقت بھی خرچ ہو رہا ہے؛ لیکن ہماری آمدنی بجائے حلال کے حرام کے راستے پر چل رہی ہے؛ اس لیے اپنے آپ کو مکمل مسلمان بنانے کے لیے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں میں سرخ رو بننے کے لیے اور اس دنیا کی زندگی کو کامیاب زندگی بنانے کے لیے ضروری ہے کہ ہم خود دینی ضروریات کو سمجھیں، اور اپنے بچوں کو سکھائیں، علماء اور مدارس سے اپنا ربط رکھیں۔

علمائے کرام کی ذمہ داریاں:

اور آخر میں یہ بات عرض کروں گا کہ علمائے کرام اور فضلائے مدارسِ اسلامیہ کی دوہری ذمہ داری ہے، وہ نائب رسول ہیں، وارث نبی ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ'' (سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۲۶۸۲)

علماء، انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔

علماء کو اتنا اونچا مقام ملا ہے، اتنی اونچی ذمہ داری ملی ہے، اس کا کچھ تقاضا بھی ہے، ہم اپنی ظاہری شکل وصورت کو بھی گرفت میں رکھیں، ہماری وضع قطع صحیح ہو، ہمارا

لباس سنت کے مطابق ہو، لٹکنے والا کپڑا، پائجامہ، تہبند لنگی ٹخنے سے نیچے نہ ہو، ریشم کا کپڑا نہ پہنیں، ہمارا چہرہ سنت کے مطابق ہو۔

اس کے ساتھ ساتھ ہمارا کردار، ہمارے اخلاق، ہمارے معاملات بھی ایسے ہوں، جن کو دیکھ کر لوگ نظیر بنا سکیں، جس کو مثال میں پیش کر سکیں، کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ فلاں مولوی صاحب فلاں کام کرتے ہیں، فلاں مولانا صاحب اس سے نہیں روکتے یا فلاں مولانا صاحب کے گھر میں فلاں کام ہوتا ہے، ہم خود بدعملی کے شکار ہوتے ہیں، اور ہماری بدعملی کی وجہ سے اللہ کے رسول ﷺ کا لایا ہوا دین بدنام ہوتا ہے، اور عام لوگ دین سے دور ہوتے ہیں۔

اس مختصر سی گزارش کے بعد، میں ان تمام حضرات سے جن کے سروں پر آج دستار بندی کی گئی ہے، مکرر یہ گزارش کروں گا کہ انھوں نے ان علماء کے سامنے جو وعدے کیے ہیں کہ ہم اپنی شکلوں کو صالحین جیسی بنائے رکھیں گے، اپنی وضع قطع کو درست رکھیں گے، وہ اپنا احتساب کریں، عنداللہ اپنے آپ کو جواب دہ سمجھ کر، اپنی شکل وصورت کو واقعی نائبِ رسول اور وارثِ نبی کی صورت بنانے کی کوشش کریں۔

ارباب مدرسہ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انھوں نے اتنا بڑا اجلاس کیا اور تین سو گیارہ فضلائے کرام کی دستار بندی ہوئی، اس دستار بندی کے ذریعے سے جہاں اعزاز ہوتا ہے، ہمت افزائی ہوتی ہے، وہیں اسی کے ساتھ ساتھ ذمہ داری کا احساس بھی دلایا جاتا ہے، جس نے اپنے سروں پر پگڑی رکھی ہے، یہ پھولوں کا نہیں، کانٹوں کا تاج ہے، یہ ایک ذمہ داری سپرد کی گئی ہے، اس ذمہ داری کے ذریعے اپنی عملی زندگی بنانے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

اسلام مخالف ماحول میں
مدارسِ اسلامیہ کا مجاہدانہ کردار[1]

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ أَمَّا بَعْدُ!

محترم بزرگو اور دوستو اور ساتھیو! دینی علوم کی اہمیت پہلے بھی تھی، لیکن آج کے زمانے میں ان کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے، جتنی زیادہ مزاحمت بڑھتی ہے، اتنی ہی زیادہ مقابلے کے اندر طاقت صرف کرنی پڑتی ہے۔

آج کے دور کو کمپیوٹر اور ٹکنالوجی کا دور کہا جاتا ہے، دنیاوی علوم بہت زیادہ ترقی کررہے ہیں، ماہرین تعلیم کہتے ہیں کہ پہلے سو سال کے اندر علم جتنا ترقی کرتا تھا، آج دس سال کے عرصے میں اتنی ترقی کررہا ہے اور روزانہ نئے نئے انکشافات، اکتسابات اور ایجادات ہمارے سامنے آرہی ہیں، آج سے بیس سال پہلے جس چیز کا تصور نہیں تھا، آج وہ حقیقت اور واقعہ بن کر ہماری نگاہوں کے سامنے ہے، وہ علوم صرف دنیا کے لیے ہیں، دنیاوی ترقیات کے لیے ہیں، اللہ کی پیدا کی ہوئی مخلوق کے اندر جو آثار وخواص ہیں، وہ دریافت کرنے اور ان سے کام لینے کے لیے ہیں یا اپنے دشمنوں کو زیر کرنے کے لیے، ان پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے، اپنی قوت کے اظہار کے لیے یا دولت کمانے کے لیے ہیں، گویا ان تمام علوم، ان تمام فنون کا تعلق سرتا سر دنیاوی ترقیات یا دنیاوی منافع سے ہے، اور ان کی وقتی افادیت اور ان کی چمک دمک کی بنا پر لوگوں کی نگاہیں خیرہ ہورہی ہیں۔

---

(۱) ماخوذ از ''علماء کرام اور عصری تقاضے'' ص: ۲۷۹ تا ۲۹۲۔ ترتیب: ابن مالک ایوبی۔

حقیقی علم:

حقیقی علم وہ ہے جس کے ذریعے سے اللہ کو پہچانا جائے، اللہ کے رسول ﷺ کو پہچانا جائے اور آخرت کا علم حاصل ہو، آخرت کے تقاضوں کو آدمی جان سکے، عالَم مَا یُعْلَمُ بِهِ الصَّانِعُ (جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ جو عالم کا بنانے والا ہے اُس کو جانا جاسکے) کو کہتے ہیں؛ لہٰذا علم حقیقت میں وہی ہے، جس سے مخلوق اپنے خالق کو جان لے، اپنے خالق کی مرضیات کو سمجھ لے، بندہ اپنے خدا کو پہچان سکے، اپنے خدا کی مرضیات کو جان سکے، اس کے احکام کو جان سکے۔

علم حقیقی کی پہلے سے زیادہ اہمیت کی وجہ:

آج اس علم دین کی پہلے سے زیادہ اہمیت ہے، اس وجہ سے بھی کہ آج اس علم کی قدر و قیمت گھٹانے کی کوشش کی جارہی ہے؛ چناں چہ آپ اگر آنکھ کھلی رکھتے ہیں تو آپ دیکھیں گے کہ اسلام دشمن طاقتوں کا سب سے بڑا نشانہ دینی مدارس، دینی مکاتب، دینی جماعتیں، دینی تنظیمیں اور دینداری کی زندگی رکھنے والے، اسلامی وضع قطع رکھنے والے افراد ہیں۔

اور دوسری کوشش یہ ہورہی ہے کہ عوام کا رشتہ مدارس سے اور علماء سے کاٹ دیا جائے؛ چناں چہ ہر وہ جگہ جہاں ان کا اثر ہے، جہاں یہ مؤثر ہو سکتے ہیں، یہ پوری کوشش کر رہے ہیں کہ مدارس کو مشکوک بنادیا جائے، عوام کی نگاہوں میں دہشت گردی کا اڈا، سیمی کا اڈا باور کرارہے ہیں، اور اسی طریقے سے فتنوں اور دہشت گردی کی تربیت گاہوں کے عنوانات مدارس کو دیے جارہے ہیں، دیگر ممالک میں بھی امریکہ کے اشارے پر مدارس کے اوپر تفتیش کا جال پھیلایا جارہا ہے، سال بھر پہلے یہ

خبر اخبار میں آئی تھی کہ امریکہ نے سعودی عرب کو یہ حکم دیا ہے کہ پوری دنیا میں مدارس کو جو امدادیں دی جارہی ہیں، ان کو بند کیا جائے۔

ہندوستان میں بھی آپ دیکھ رہے ہیں کہ آئے دن مدارس کے اوپر حملے کیے جارہے ہیں[1]، طرح طرح کے ان پر الزامات لگائے جارہے ہیں، دشمن اور ہمارے مخالف یہ سمجھ رہے ہیں کہ مسلمانوں کو حقیقت میں غذا کہاں سے پہنچتی ہے، ان کے اندر اسلام کی روح کہاں سے بیدار ہوتی ہے۔

آر ایس ایس کی مدارس وعلماء کے خلاف کوششیں:

ابھی چند ماہ پہلے گجرات میں جو زبردست قسم کا فساد ہوا، اس کے بعد حالات کچھ نارمل ہوئے اور لوگ اپنے اپنے گاؤں اور اپنی اپنی بستیوں میں لوٹنے کے لیے تیار ہوئے، تو وشو ہندو پریشد اور آر ایس ایس کے لوگوں نے مسلمانوں کے سامنے شرطیں کیا رکھیں تھیں؟ اپنی بستی میں آپ جاسکتے ہیں، لیکن اس کے لیے چند شرطیں ہیں:

سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ آپ کے گاؤں میں کوئی مولوی نہیں جائے گا، مولوی کا داخلہ گاؤں کے اندر بند رہے گا، گاؤں میں کوئی مدرسہ نہیں رہے گا، آپ کے گاؤں میں قربانی نہیں ہوگی، سال میں صرف ایک دن گوشت کھانے کی اجازت ہے، آپ کا لباس ویسا ہوگا جیسا عام باشندگانِ ملک کا لباس ہے، یعنی یہ ٹوپی اور داڑھی، کرتا نہیں چلے گا اور نام ایسا رکھنا ہوگا کہ جس سے آپ کی کوئی پہچان باقی نہ رہے۔

اس میں سب سے اہم جز جو اُن کے نزدیک تھا وہ یہ تھا کہ کسی مولوی کی آمد ورفت گاؤں کے اندر نہ ہو، کیا بگڑتا ان کا؟ کیوں یہ قید لگا رہے ہیں؟ کہ گاؤں میں کوئی مدرسہ

---

(۱) یہ ۲۰۰۲ء کا بیان ہے، اب مئی ۲۰۲۵ء میں مدارس ومساجد اور دیگر اسلامی مقامات پر یک بارگی کریک ڈاؤن کے لیے وقف ترمیمی بل پاس کردیا گیا ہے۔

نہ ہو اور گاؤں میں کوئی مولوی نہ آنے پائے، وہ سمجھ رہے ہیں کہ مسلمان کو مسلمان باقی رکھنے کے لیے اپنے مذہب کے ساتھ ان کا تعلق قائم کرنے کے لیے ان کو جو بنیادی غذا مل رہی ہے، مدرسوں کے ذریعے مل رہی ہے، اور اس کا ذریعہ یہ علمائے کرام ہیں، یہ فضلاء ہیں، یہ کوشش ان کی طرف سے ہو رہی ہے، اگر خدانخواستہ نادانستہ طور پر یا کسی غلط فہمی کی بنا پر ہم بھی ان کے آلۂ کار بن جائیں اور ہماری نگاہوں میں بھی ان مدارسِ دینیہ کی اہمیت گھٹ جائے اور علمائے کرام کے ساتھ اور علوم دینیہ کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کے ساتھ ہمارا معاملہ نظر انداز کرنے والا یا ان کی اہمیت گھٹانے والا ہو جائے تو یہ بہت بڑا خسارہ ہوگا، جس کی تلافی ناممکن ہوگی۔

مدارسِ اسلامیہ حفاظت دین کے ضامن ہیں:

پہلے جن ممالک میں مسلمانوں کے اوپر زوال آیا ہے، ان کی تاریخ دیکھئے، ایک ایک دن کے اندر کتنے لوگ ملحد ہو گئے، روس میں کمیونزم کا انقلاب آیا تو چند دنوں کے اندر پورا ملک دہریہ بن گیا، ملحد بن گیا، حالاں کہ یہ ملک روس جس کا بہت بڑا علاقہ تھا، اس میں بخارا سمرقند، تاشقند، بجستان، ترمذ جیسے اہم اسلامی علاقے شامل تھے، اور یہ جتنے بڑے بڑے محدثین ہیں امام بخاری، امام ترمذی، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ، فقہ حنفی کی بعض کتابوں کے مصنفین جیسے ہدایہ کے مصنف، اسی طرح تفسیر بیضاوی کے مصنف رحمہم اللہ اسی علاقے کے تھے۔ الغرض! ماوراء النہر اور سمرقند و بخارا کا علاقہ روس کی جانب سے قبضہ شدہ علاقہ ہے؛ لیکن وہاں مدارس کا نظام نہیں تھا، تو جب روس میں انقلاب آیا اور کمیونزم کا جال پھیلایا گیا تو ان کی جڑ بنیاد نہیں تھی؛ اس لیے چند دنوں کے اندر پورے ملک کی اکثریت دہریہ ہوگئی اور ان کا اسلام سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا، مسجدوں کے اوپر تالے پڑ گئے، تقریباً نوے (۹۰) سال کا عرصہ اسی طرح گزرا۔

اس کے بعد حالات بدلے، اللہ کا فضل ہوا کہ وہ جو کمیونزم کا نظام تھا، آپ اپنی موت مر گیا، اس کے سارے تار و پود بکھر گئے، اور کچھ سرحدی علاقوں میں- یہ جو کنارے کنارے کا علاقہ پڑتا ہے، افغانستان سے ملا ہوا- وہاں پر کچھ لوگ تھے، آہستہ آہستہ ان کے اندر اسلام کی روح نے کروٹ لی، اور پھر دوبارہ اسلامی روح ان کے اندر بیدار ہونے لگی، ورنہ جب روس کے سقوط کے بعد وہاں جماعتیں قرآن لیے ہوئے گئی ہیں، تو بوڑھی بوڑھی عورتیں اور بوڑھے بوڑھے مرد کہتے تھے کہ ذرا پڑھ کر ہم کو سناؤ، ہمارے دادا اسی طرح کی کوئی چیز پڑھا کرتے تھے، ہمارے نانا اسی طرح کی کوئی چیز پڑھا کرتے تھے، وہ جانتے نہیں تھے کہ قرآن کیا ہے؟ وہ جانتے نہیں تھے کہ نماز کیا چیز ہے؟ چوں کہ ان کے وہاں مدارس کا نظام نہیں تھا؛ اس لیے اگر آئندہ نسلوں کے اندر اسلام کو پہنچانا ہے تو ہمیں مدرسوں کی اور مدرسوں سے وابستہ افراد کی اہمیت کو سمجھنا چاہیے، ان کو تقویت دینی چاہیے؛ تاکہ اسلام اور مسلمانوں کے بقا کی خاطر یہاں مدارس کا نظام قائم رہے اور اسے مستحکم بنایا جائے۔

عہدِ استعمار میں علمائے دین کا کردار:

آپ ہندوستان کے حالات دیکھئے! ۱۸۵۷ء میں جب انگریزوں کا یہاں مکمل تسلط ہوا ہے، شاملی کے میدان میں مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، حاجی امداد اللہ صاحب، حافظ ضامن شہید رحمہم اللہ جیسے صفِ اوّل کے اہل علم وتقوی نے انگریزوں سے مقابلہ کر کے دیکھ لیا کہ ان سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا تو انھوں نے کوئی لشکر تیار نہیں کیا، فوجی تربیت اور ٹریننگ کا کوئی کیمپ نہیں بنایا؛ بلکہ شاملی کے میدان سے واپسی کے بعد انھوں نے دارالعلوم دیوبند قائم کیا اور اس کے بعد پورے ملک کے اندر مدارس ومکاتب کا جال بچھا دیا گیا؛ اس لیے کہ انگریز جب آئے

تھے تو وہ پادریوں کی فوج لے کر آئے تھے، مشنری کی فوج لے کر آئے تھے، اور جگہ جگہ ان کے مبلغ کھڑے ہو کر اسلام پر اعتراض کر رہے تھے، اگر یہ مدارس قائم نہ کیے گئے ہوتے، دارالعلوم دیوبند کا قیام نہ ہوتا، اور اس کے انداز پر دوسرے مدرسے قائم نہ کیے گئے ہوتے، تو ان کے پاس طاقت تھی، ان کے پاس دولت تھی، ان کے پاس لالچ کے تمام سامان تھے، چند دنوں کے اندر پورے ملک کو عیسائی بنا دیتے، ان کا مقابلہ اگر کسی نے علمی اعتبار سے بھی کیا تو علماء ہی نے کیا، مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی اور ان کے رفقاء جو حقیقت میں مسلکِ دارالعلوم دیوبند ہی سے وابستہ حضرات ہیں، ان حضرات نے پادریوں کا علمی اعتبار سے مقابلہ کیا اور ایسا مقابلہ کیا کہ انھوں (پادریوں) نے راہ فرار اختیار کرنے ہی میں عافیت محسوس کی۔

قیامِ دارالعلوم کا بنیادی مقصد:

دارالعلوم کا جو قیام ہوا، تو سب سے بنیادی چیز یہی تھی کہ یہاں مسلمانوں کا مستقبل، ان کی اسلام کے ساتھ وابستگی اور اسلام کی بقا اسی کے اندر ان بزرگوں نے سمجھی، بظاہر کوئی جنگی محاذ نہیں کھولا، لیکن علماء تیار کیے، دینی علوم میں پختگی اور رسوخ رکھنے والے افراد تیار کیے اور ان افرادِ کار کا جال بچھایا، پھر جب ضرورت پڑی، یہی حضرات میدانِ عمل میں آئے، دارالعلوم کے پہلے طالب علم مولانا محمود الحسن صاحب شیخ الہندؒ ہی مجاہد بنے، جب ضرورت پڑی تو انھوں نے جہادِ آزادی کے اندر حصہ لیا اور ریشمی رومال تحریک کے قائد بنے، لیکن زندگی کا اکثر حصہ **قَالَ اللہ** اور **قَالَ الرَّسُول** میں اور پڑھنے پڑھانے میں خرچ کیا ہے اور اسی کے نتیجے میں ملک آزاد ہوا ہے۔

(تحریک ریشمی رومال: ۶۱)

یہ علماء ہی کی قربانی تھی کہ ملک انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوا ہے؛ ورنہ آج جتنے نام نہاد مجاہدین آزادی ہیں، وہ تو انگریزوں کی گود میں پلنے والے تھے، خوشامد کرنے والے تھے، ان کے شکریے کی تجاویز منظور کر کے تھوڑی تھوڑی مراعات حاصل کرنے والے تھے، عوام میں آزادی کا بگل علماء نے بجایا ہے، ملک ان ہی کی قربانیوں سے آزاد ہوا ہے، اور پھر آج پورے ملک کے اندر جو اسلام کا نام نظر آرہا ہے، تو وہ علماءِ دین اور انھیں مدارس ہی کی برکت ہے۔

مدارس کا تحفظ اور اس سے استفادہ:

دوستو! یہ باہر کے دشمن تھے، جو یہاں سے اپنا بوریہ بستر لپیٹ کر لندن چلے گئے، آج جو مقابلہ ہے، وہ ہندوستان کے اندر ان تنظیموں سے ہے، جن کے اندر فرقہ پرستی کی؛ بلکہ اسلام دشمنی کی جڑیں گہرائی تک پیوست ہیں، ان سے ہمارا مقابلہ ہے؛ اس لیے کوئی نیا تجربہ کرنے کے بجائے ہمیں بہت مضبوطی کے ساتھ ان مدارس کو، دینی مراکز کو اور ان کے نظام کو درست کرنا ہے، اور اس کو مضبوط سے مضبوط تر کرنا ہے۔

اس میں ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ ہمارے بڑے جہاں اپنے بچوں کو دنیاوی تعلیم دیتے ہیں، اس بات کا عزم کریں کہ ہر گھر کے اندر ایک عالم ہونا چاہیے، بلکہ اگر اللہ تعالیٰ استطاعت دے تو جتنے لڑکے ہیں، سب کو عالم بنائیں، ایک آدمی کے چار لڑکے ہیں، تو چاروں حافظ ہوں، چار لڑکے ہیں چاروں عالم ہوں، اتنا نہیں کر سکتے تو کم سے کم ایک عالم ضرور ہونا چاہیے؛ تاکہ اس گھرانے کی دینداری کو محفوظ رکھا جاسکے، اور اس کا تجربہ ہے، حلال وحرام کا مسئلہ، ضروریاتِ دین کا مسئلہ پیش آتا ہے، تو گھر کا عالم سب سے زیادہ کام آتا ہے، جب گھر میں ایک عالم ہوگا اور واقعی وہ عالم ہے، تو اس کے اندر غیرت ضرور ہوگی؛ لہٰذا اپنے خاندان اور گھرانے کو فواحش سے،

منکرات سے منہیات سے روکے رکھے گا، وہ دیکھے گا کہ کہاں مار پڑ رہی ہے، کہاں زَد پڑ رہی ہے، اس کو بچانے کی کوشش کرے گا، اسی طریقے سے یہ قافلہ آگے بڑھے گا اور ان شاءاللہ ہماری اگلی نسلوں کے اندر دین محفوظ رہے گا۔

مدارس، اسلامی تشخص کی بقا کا ذریعہ:

آج اگر ہندوستان کے مسلمان دین کو چھوڑ دیں تو ہمارے جو برادرانِ وطن ہیں، ان کو عبداللہ، عبدالرحمٰن کے نام پر کوئی اعتراض نہیں ہے، آخر مختار عباس نقوی اور حمید دلوائی جیسے لوگ ان کے منظورِ نظر ہیں، نام مسلمان جیسا ہے؛ لیکن اسلام سے ان کو کوئی تعلق نہیں، ہم کو مسلمان رہ کر جینا ہے، مسلمان رہ کر مرنا ہے، پورے اسلامی تشخص کے ساتھ، پورے اسلامی احکام کے ساتھ، اسلام کی بنیادوں کے ساتھ وابستہ رہتے ہوئے رہنا ہے تو اس کا واحد ذریعہ یہی مدارس ہیں۔

باقی اعمال کے اندر اصلاح کے لیے نماز، روزہ وغیرہ کی جو محنت ہو رہی ہے وہ اپنی جگہ پر ہے، وہ بھی ثمرہ انھیں علمائے کرام کا ہے، آخر تبلیغی جماعت کے بانی مولانا محمد الیاس صاحب، مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا انعام الحسن صاحب رحمہم اللہ اور جتنے اکابر ہیں یہ کہاں سے تیار ہو کر آئے، انھیں مدارس سے نکلے ہیں، مدارس ہی نے ان کو تیار کیا ہے، ان کے اندر دینی شعور پیدا کیا ہے، دینی پختگی پیدا کی ہے، اور اس کے بعد انھوں نے کام کیا ہے، وہ کام ہے عمل کی اصلاح کا، لیکن جڑ قائم کرنا، بنیاد قائم کرنا انھیں مدارس کی دَین ہے اور یہ بہت اہم ضرورت ہے۔

دشمن کا طریقۂ کار:

اور آج جب کہ دشمنوں کی طرف سے ان مدارس کو ختم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، اور عوام کو علماء سے کاٹنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ ان کا تعلق علماء سے منقطع ہو

جائے، ان کے درمیان دوری پیدا ہو جائے، ایسے حالات میں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

بہت سے مسائل ایسے لائے جاتے ہیں، جن کے ذریعے علماء سے بدگمانی پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اس کے لیے بڑی بڑی سازشیں ہوتی ہیں، جیسے سود کا مسئلہ، انشورنس کا مسئلہ تجارت کے بہت سے مسائل، ان کے ایجنٹ گھومتے ہیں کہ میاں! مولوی تو تم کو پریشان کرتے ہیں، دنیا کمارہی ہے، ترقی کررہی ہے، تم مولویوں کے پیچھے پڑے ہو، ذہن میں ایک کچوکا لگا دیا؛ تاکہ آدمی سوچے کہ واقعی مولوی لوگ بہت پریشان کرتے ہیں، ہماری ترقی کے اندر رُکاوٹ بنتے ہیں، دل کے اندر ایک خلش پیدا ہو جائے گی، پھر یہ خلش بڑھتی جائے گی، دوری پیدا ہوتی رہے گی، لیکن یاد رکھو کہ ان مولویوں کو تم سے کچھ لینا دینا نہیں ہے، وہ جو کچھ کررہے ہیں اپنے پیٹ کے لیے کچھ نہیں کررہے ہیں، یہ ساری کوشش آپ کے دین کی حفاظت کے واسطے اور اگلی نسلوں تک دین کو باقی رکھنے کے واسطے ہے۔

اولاد کی دینی فکر ضروری:

اللہ تعالیٰ تو قیامت تک دین کو باقی رکھیں گے، اور جب دین دنیا سے ختم ہو جائے گا تو قیامت آجائے گی؛ لیکن ہم اس کے ساتھ وابستہ رہیں، ہماری دین کے ساتھ وابستگی رہے، ہماری نسلوں کے اندر دین رہے، اس کے لیے ہمیں محنت کرنی پڑے گی، آج ہمیں اس کی تو بڑی فکر ہوتی ہے کہ ہمارے مرنے کے بعد ہماری اولاد کا کیا ہوگا، ہر ایک کے لیے مکان الگ بنوادیں، زمین ان کے نام کی خرید دیں، فرم الگ الگ قائم کرکے ہر لڑکے کے نام سے الگ فرم ہو جائے، اور اس کے بعد جب بڑھاپا آئے تو آپ کہیں کہ میں ماشاء اللہ، الحمد للہ بہت مطمئن ہوں، ہر لڑکے کی دکان کرادی ہے،

ہرلڑکے کا فرم قائم کر دیا ہے، ہر ایک کو الگ الگ مکان بنوادیا ہے، اب مجھے بہت اطمینان ہے، کوئی فکر نہیں ہے، یعنی اس کی تو فکر ہے کہ میرے مرنے کے بعد میری اولاد کا کیا ہوگا؛ لیکن اس کی فکر نہیں ہے کہ اولاد کے مرنے کے بعد اولاد کا کیا ہوگا، جب وہ خود مریں گے تو ان کا کیا ہوگا، دین کے اعتبار سے ہم نے اس کی بنیاد کتنی مضبوط کی ہے۔

أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي. (سورة البقرة:۱۳۳)

قرآن کریم میں صرف قصہ نقل نہیں کیا گیا ہے، ہمیں متنبہ کیا گیا ہے، متوجہ کیا گیا ہے، فرماتے ہیں کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب علیہ السلام کے انتقال کا وقت آیا اور انھوں نے اپنے سارے لڑکوں کو بلایا۔ یعقوب علیہ السلام کے ۱۲ لڑکے تھے، سب کو بلایا اور بلا کر بیٹھایا، ان سے صرف ایک سوال کیا: **مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي؟** (میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے)، یہ نہیں پوچھا کہ میرے بعد کیا کھاؤ گے، میرے بعد کہاں رہو گے، میرے بعد کیا کاروبار کروگے، **مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي**، میرے بعد تمہارا دین کیسا ہوگا؟ عبادت کس کی کروگے؟ **قَالُوا نَعْبُدُ إِلٰهَكَ وَإِلٰهَ آبَائِكَ إِبْرٰهِيمَ وَإِسْمٰعِيلَ وَإِسْحٰقَ.** ابا جان! آپ اطمینان رکھیں، ہم اُسی خدا کی عبادت کریں گے جو آپ کا رب ہے، آپ کا معبود ہے، آپ کے آباء واجداد: حضرت اسحٰق، حضرت اسماعیل اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کا معبود ہے، **إِلٰهًا وَاحِدًا** ایک خدا کی عبادت کریں گے۔ یعقوب علیہ السلام مطمئن ہوگئے۔

فکر کرنے کی اصل چیز یہ ہے کہ میرے بعد میری اولاد کے اندر دین رہے گا کہ نہیں رہے گا، دینداری رہے گی کہ نہیں رہے گی، ایک خدا کے ساتھ ان کا تعلق رہے گا کہ نہیں رہے گا۔ باقی اللہ نے پیدا کیا ہے، ہم جب دنیا میں آئے تھے تو کچھ لے کر

نہیں آئے تھے، اللہ نے ہمیں دیا، وہی اولاد کو بھی دے گا، اولاد کے لیے دنیا کی فکر ممنوع نہیں ہے؛ مگر اصل فکر دین کی ہونی چاہیے۔

اہلِ مدارس شکریے کے مستحق:

مدارس کا نظام تو الحمدللہ بہت ہی اچھا اور نہایت مضبوط ہے؛ ورنہ جس طرح آج ہر آدمی اپنے لڑکے کے کھانے، پینے، لباس، دوا، علاج کا مکلّف ہے، اسی طریقے سے ہر بچے کے لیے معلم رکھنے کا مکلّف ہے، لیکن ایک مدرسہ قائم ہوگیا، ہزاروں گھرانے مستفید ہورہے ہیں، ہزاروں بچے پڑھ رہے ہیں، عوام کو مدرسہ چلانے والوں کا بھی اور مدرسے کے نظام کو چلانے والوں کا بھی شکرگزار ہونا چاہیے کہ یہ ہماری ذمہ داری ادا کررہے ہیں؛ لہٰذا آپ مدارس کو اتنا مضبوط کردیں کہ یہ قدم قدم پر محتاج نہ رہیں، عوام کی ذمہ داری ہے کہ مدارس کو مضبوط کریں؛ تاکہ جو مدارس کو چلانے والے ہیں، مدارس کے منتظمین ہیں، اس کے جتنے شعبے ہیں، ایک مالیات کا شعبہ ہے، کچھ نظم دیکھنے والے ہیں، پڑھنے پڑھانے والے ہیں، تمام ذمہ دار اپنی جگہ مطمئن ہوں؛ تاکہ یہ نظام مضبوطی کے ساتھ چل سکے۔

مقصد و مدعا:

بہرحال! عرض کرنے کا مقصد یہی ہے کہ علم کی وقعت ہمارے دلوں میں رہنی چاہیے، اس کی اہمیت رہنی چاہیے، مرنے کے بعد یہی علم ہم کو کام آئے گا، اور ہماری اگلی نسلوں تک دین کو منتقل کرنے کے لیے دین کی امانت کو منتقل کرنے کے لیے یہی ضمانت ہے، یہی ذریعہ ہے، تجربہ ہم کو یہی بتارہا ہے، خاص طور سے اس ملک کے اندر، ہمارے اکابر کا جو عمل بتارہا ہے کہ انگریزوں سے شکست کھانے کے بعد انھوں نے مدرسے قائم کیے ہیں اور اسی کی دَین ہے کہ جو آج دِین یہاں موجود ہے۔

دارالعلوم کا عالم گیر فیض:

محمد بن عبداللہ سبیل جو حرم شریف کے امام تھے، اب ریٹائرڈ ہو گئے ہیں، وہ صدر امام تھے، دارالعلوم دیوبند میں تشریف لائے تھے، وہاں ان کو استقبالیہ دیا گیا، دارالعلوم کے ہال میں انھوں نے تقریر کی، اس تقریر میں انھوں نے کہا کہ امامِ حرم ہونے کی حیثیت سے مجھے دنیا کے ان تمام ممالک میں جانے کا موقع ملا، جہاں مسلمان اور مسلمانوں کی تھوڑی سی آبادی بھی بستی ہے، ہر جگہ میں گیا ہوں، تمام برّ اعظموں میں، تمام ممالک میں، دور دراز کے ملکوں میں، میں گیا ہوں اور جب وہاں کے دیندار حلقوں میں میرا جانا ہوا، لوگوں سے ملاقاتیں ہوئیں، علماء سے ملاقاتیں ہوئیں، اور میں نے ان سے یہ پوچھا کہ آپ نے علم کہاں حاصل کیا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ یا تو انھوں نے براہِ راست دارالعلوم دیوبند کا نام لیا اور یا ان مدارس کا نام لیا کہ جن کو دارالعلوم سے فیض یافتہ افراد نے قائم کیا ہے۔ چناں چہ دارالعلوم وہ شجرہ طوبیٰ ہے، جس کی شاخیں پوری دنیا کے اندر پھیلی ہوئی ہیں۔ اور الحمدللہ ہمارا مدرسہ (جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب بنارس)[1] بھی اس کی ایک چھوٹی سی شاخ ہے، اور اس طرز پر چلنے والے جتنے مدارس ہیں، پورے ملک کے اندر سب اسی کی شاخیں ہیں۔

مدارس کی اہمیت:

۱۷۰۰ء کے اواخر میں جو اسلام مخالف طوفان ہندوستان بلکہ پوری دنیا میں آیا اور جس تیزی کے ساتھ آیا تھا، اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ سب کو بہالے جاتا؛ لیکن مدارس

(۱) اس خطاب کے وقت (۲۰۰۲ء میں) حضرت والا (حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب) دامت برکاتہم اس ادارے کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث تھے۔ (مرتب)

کی جو دیواریں کھڑی ہوئی تھیں، ان طوفانوں کو روکنے کے لیے، انھیں مدارس نے ان طوفانوں کو روکا ہے، اور آج یہ داڑھی، ٹوپی، کرتا اور یہ قَالَ اللّٰہُ وَقَالَ الرَّسُوْلُ کا غلغلہ جو نظر آرہا ہے، انھیں مدارس کی دَین ہے، جو طوفان باہر سے آیا تھا، وہ تو چلا گیا؛ مگر آج اس سے زیادہ منصوبہ بندی کے ساتھ اس ملک کے اندر کوششیں ہو رہی ہیں اور پوری دنیا سے ان کو مدد مل رہی ہے، مالی مدد بھی مل رہی ہے، سیاسی مدد بھی مل رہی ہے، اخلاقی مدد بھی مل رہی ہے، اور سب کا بابا جو سر کے اوپر بیٹھا ہوا ہے اور خود بھی ملوث ہے، امریکہ اور اسرائیل ان کی رہنمائی کر رہا ہے، ان کی تربیت کر رہا ہے، یہ بار بار وہاں جارہے ہیں، وہاں سے مشورے حاصل کر رہے ہیں، وہ تو اتنے منظّم ہیں ہم کو اکھاڑ پھینکنے کے لیے اور ہماری غفلت ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی۔

یہ تو دنیا کا قانون ہے، کوئی یہاں سے ہم کو ملک بدر نہیں کر سکتا، ایک ملک کے باشندے کو کوئی دوسرا ملک لے گا نہیں، نہ یہ بیس، تیس کروڑ کی آبادی کو ختم کر سکتے ہیں؛ اس لیے ان کا بنیادی منصوبہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو مسلمان نہ رہنے دیں، دینداری کو ان کے اندر سے ختم کر دیں، اس کے لیے ہر طرح کی سازش کی جارہی ہے؛ اسی لیے انھوں نے جز پر حملہ کیا ہے، مدارس کو ختم کر دیا جائے، مدارس پر تالے لگا دیئے جائیں، مدارس کی تلاشی لی جائے، الگ الگ عنوانات سے یہ باتیں آرہی ہیں؛ اس لیے یہ پوری امت کا مسئلہ ہے، اس مسئلے کی اہمیت کو سمجھنا چاہیے۔

مدارس سے تعلق رکھیں:

اب آپ حضرات سے بھی میں گزارش کرتا ہوں کہ آپ فارغ ہونے کے بعد جب جائیں، تو جس مشغلہ کے اندر بھی رہیں، مدرسوں سے اپنا تعلق رکھیں، اور مدرسوں کو پروان چڑھانے، ان کو پھیلانے اور بڑھانے کی کوشش کریں، بڑے مدرسوں کے

ساتھ ساتھ بنیادی دینی مکاتب کی بھی بڑی اہمیت ہے، گاؤں گاؤں، گھر گھر، مسجد مسجد میں مکتب ہونا چاہیے، جو بچوں کو قرآن پڑھائے، قرآن کی تصحیح کرائے، نماز سکھائے؛ تاکہ ان کی جو پہلی غذا پڑے، وہ دینی تعلیم کی غذا پڑے۔ آگے جا کے وہ جو چاہیں علم حاصل کریں؛ لیکن بنیادی دینی تعلیم ان کے اندر ہونی چاہیے، آج دیہاتوں کے اندر بہت خراب حال ہے؛ اس لیے مکاتبِ دینیہ کا بھی جال پھیلانے کے لیے ہمارے بڑوں کی طرف سے کوششیں ہو رہی ہیں، لیکن جتنی ضرورت ہے، اتنی کامیابی اب تک نہیں ہوئی۔ یہ چند گزارشات تھیں۔

اللہ تعالیٰ ان مسائل کی اہمیت کو سمجھنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائیں، اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ





PEN TONE 989 786 9314